وخروا له سجدًا

ابوعفان

اللہ کے بندو! آج صورتحال یہ ہے کہ فرقہ واریت عروج پر ہے، امت گروہ در گروہ تقسیم ہوچکی ہے۔ ہر طرف افتراق وانتشار کی آگ لگی ہوئی ہے۔ایک دوسرے کی ماننا تو کجا سننے پر تیار نہیں ہیں۔ درآنحالیکہ سب ہی اللہ پر ایمان کے دعویدار ہیں، اس کے رسول کو بھی مانتے ہیں اوران کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام اوراسکی آخری کتاب ہے تو پھر یہ سب افتراق وانتشار کیوں؟ اس فرقہ واریت کی وجہ کیا ہے؟

اسکی بہت ساری وجوہات ہیں ان میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی قرآن وحدیث کی تعلیمات کو اس طرح لینے،اس طرح مان لینے کے لئے تیار نہیں جیسا کہ فی الواقع وہ ہیں۔ ہر ایک قرآن وحدیث کو اپنے ذاتی معنی پہناتا ہے اور قرآن وحدیث کے احکامات کو اپنی مخصوص ذہنیت کے سانچے میں ڈھال کر اس کے معنی ومفہوم اخذ کرتا ہے اور اُس کو حق سمجھ کر ہر ایک کو باطل گردانتا ہے۔

اللہ کی کتاب کے ساتھ ان لوگوں نے جو برتاؤ کیا ہے اس کا جائزہ لینے سے پہلے سابقہ حاملین کتاب یہود ونصاریٰ کے کردار پر ایک نظر ڈال لی جائے، کیوں کہ قرآن نے اس پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ خاص طور پر اللہ کی آیات واحکامات اور کتاب کے ساتھ ان کا جو رویہ رہا ہے وہ قابل عبرت ہے۔ مختصراً یہ کہ اللہ کی کتاب کے احکامات کو پس پشت ڈال دیتے، حق وباطل میں تلبیس کرتے جس سے پتہ نہیں چلتا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ کتاب اللہ کے بعض حصے کو مانتے اور بعض کا انکار کردیتے تھے جو مطلب کی باتی ہوتی اسے مان لیتے اور جو مفاد کے خلاف جاتی اسکا انکار کردیتے۔ اپنے باطل اغراض کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے اور اسے اللہ کی طرف سے نازل شدہ بتاتے اور اس کے ذریعے دنیا کماتے۔ اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے، اس کے کلمات کو اس کے مقام سے بدل دیتے، اس کی آیات میں الحاد کرتے، کجی پیدا کرتے، اللہ نے انہیں ''حِطَّۃٌ'' کہنے کا حکم دیا مگر انہوں نے اس لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا۔ انہیں جب کتاب کی طرف بلایا جاتا اس سے منہ پھیر لیتے اور اعراض کرتے۔ یہ تھا حاملینِ کتاب کا کردار جو درج بالا سطور میں اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''تم ضرور بالضرور ان کے نقش قدم پر چلو گے'' یہ پیشن گوئی حرف باحرف صحیح ثابت ہوچکی ہے۔ قرآن کے ماننے والوں نے یہود ونصاریٰ کی اس معاملے میں پوری طرح پیروی کی ہے جو معاملہ یہود ونصاریٰ نے اللہ کی آیات اور کتاب کے ساتھ روا رکھا تھا بعینہ وہ رویہ ان حاملین قرآن نے قرآن کے ساتھ اپنا رکھا ہے۔ چونکہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے اس وجہ سے اس میں کوئی لفظی تحریف تو کسی طرح ممکن نہ رہی تھی چنانچہ انہوں نے اس کی معنوی تحریف کا راستہ اختیار کیا ہے اور اس معاملے میں انہوں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کہ یہود کی تحریف ان کے آگے ہیچ ہے۔ یہود ونصاریٰ کا کردار تو آپ نے اوپر کی سطور میں ملاحظہ کر ہی لیا ہے۔ اس کو ذہن میں رکھئے اور دیکھئے کہ ان حاملین قرآن نے اللہ کی کتاب کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ توحید جو دین کی اساس اور بنیاد ہے اس توحید کا اثبات کرنے والی قرآن کی پہلی آیت ''ایاک نعبدو ایاک نستعین'' ہے، یہ آیت اپنی معنی ومفہوم میں بالکل واضح ہے کہ ''بندگی صرف اللہ کی ہوگی، مدد کیلئے صرف اور صرف اللہ کو پکارا جائے گا'' لیکن قرآن کو ماننے والوں نے توحید پر مبنی

اس آیت کو اپنے مشرکانہ مذہب کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی، دیوبندی مفکر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے!

''اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر کسی مقبول بندے کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے'' (تفسیر عثمانی از محمود الحسن)

ملاحظہ کیا کہ خادمِ قرآن نے توحید کو کس طرح شرک سے بدل ڈالا ہے، اس آیت کی بریلوی تفسیر بھی ملاحظہ ہو!

''اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء وانبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے، عقیدہ باطلہ ہے، کیوں کہ مقربان حق کی امداد امداد الٰہی ہے، استعانت بالغیر نہیں'' (کنزالایمان)

یہ قرآن میں تحریف کی واضح ترین مثال ہے کہ جو آیت توحید کا اثبات کرنے والی ہے اسے شرک کے معنی پہنا دیئے گئے۔

اہلحدیث بھی اس کام میں ان سے کسی طرح پیچھے نہیں۔ چونکہ اہلحدیث کا پکا عقیدہ ہے کہ مردے سنتے ہیں اور آیت ''انک لاتسمع الموتٰی'' یعنی اے نبی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، انکے عقیدہ کے خلاف ہے لہٰذا انہوں نے اس کو جو معنی پہنائے ہیں ملاحظہ ہو۔

''تو مردوں کو (یعنی کافروں کو) اسلام قبول نہیں کرواسکتا'' (لغات الحدیث، ردیف س ۱۶۳، وحید الزماں اہلحدیث)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اپنے عقیدے کے خلاف آنے والی آیت کی کس طرح معنوی تحریف کر کے اپنے عقیدے کا دفاع کیا ہے۔ نفی کسی اور بات کی تھی، مراد اس سے کچھ اور نکال لی گئی تاکہ اپنے عقیدۂ سماع موتیٰ کو باطل ہونے سے بچایا جاسکے۔ اس طرح سے انہوں نے اللہ کے کلام کو اپنی ''مراد'' سے بدل ڈالا، ہر جگہ ان ظالموں نے یہی کچھ کیا ہے۔ دعویٰ پھر بھی اللہ کی کتاب پر ایمان کا ہے۔ یہ تو قرآن وحدیث کے ماننے والوں کا کردار تھا، انہوں نے جب تحریف اور تبدیلی کا دروازہ کھول ڈالا تو پھر اس بہتی گنگا میں بہتوں نے ہاتھ دھوئے۔ منکرین حدیث نے تو انتہا کردی، اس ''مراد'' کے ہتھیار سے دین اسلام کی بنیادوں پر حملہ آور ہوئے اور قرآن میں تحریف کے ریکارڈ قائم کئے! قرآن کی تقریباً تمام ہی بنیادی اصطلاحوں کو ''بامراد'' کرڈالا۔ اطاعت رسول سے اطاعت ''مرکز ملت'' مراد لی اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے فراغت پالی ''اقیمو الصّلوٰۃ'' سے ''نظام خداوندی'' اور ''قانون خداوندی'' کی پیروی کرنا مراد لیکر ادائے صلوٰۃ سے جان چھڑالی۔ فرشتوں سے کائنات میں جاری اور عامل مختلف قوتیں مراد لیں، جنات سے دیہاتی لوگ مراد لئے، کہاں تک بیان کیا جائے۔ قرآن کو ماننے اور اس پر چلنے کے بجائے اس کو اپنے معنی پہنا کر اس سے اپنی پیروی کروائی۔ اللہ نے کتاب اور احکامات نازل فرمائے اور حکم دیا ''اتبعوا ماانزل الیکم من رّبکم'' مگر انہوں نے اسکی اتباع کرنے کے بجائے الٹا اس سے اپنی پیروی کروانا شروع کردی۔ ہر فرقہ، ہر گروہ قرآن کے الفاظ کو اپنے اختراعی معنی پہنا کر اس ہی کو اللہ کے احکامات اور فرامین قرار دے رہا ہے۔

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ (سورۃ بقرۃ ۷۹)

ترجمہ: افسوس ہے ان پر جو اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

اتفاق اور اتحاد کیوں کر ممکن ہو؟

جب ہر فرقہ ہر گروہ اللہ کی کتاب کو اپنے معنی پہنائے گا تو اتفاق اور اتحاد کس چیز پر ہوگا؟ اس سے تو انتشار اور افتراق ہی بڑھے گا اور ایسا ہی ہورہا

ہے۔قرآن میں معنوی تحریف، مراد اور بامراد کا یہ گُر اس قوم کے ہاتھ ایسا لگا کہ ہر بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا اپنی انوکھی، اچھوتی اور نرالی تحقیق کو، ہر تخیل اور فلسفے کو جسے اس کے ذہن نے صحیح سمجھا، اس گُر کے ذریعہ اللہ کی کتاب سے ثابت کرنے پر مصر نظر آتا ہے۔ بڑے فرقے چونکہ فن دینداری کے زیادہ ماہر ہوتے ہیں اور علوم وفنون پر دسترس بھی رکھتے ہیں لہٰذا وہ اپنی اس مہارت کے غلط استعمال کے ذریعے کتاب اللہ کے الفاظ کو تاویل کی سان پر چڑھا دیتے ہیں۔ یہ تو ماہرین کا معاملہ ہے مگر انکی دیکھا دیکھی کچھ ایسے بھی ہیں جو نہ علوم وفنون میں کچھ درک رکھتے ہیں اور نہ عربی زبان وادب پر ہی ان کو کچھ دسترس حاصل ہے، مگر انہوں نے اپنے پیشواؤں کو دیکھ کر بس اتنا سیکھ لیا ہے کہ قرآن کی آیات اور الفاظ کو بامراد کر کے اپنے مطلب سے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے۔ یہ گر سیکھ کر وہ بھی اس میدان میں طبع آزمائی کر رہے ہیں۔ ویسے تو اس قبیل کے محرفین بہت پائے جاتے ہیں لیکن اس وقت ہمارا روئے سخن ملیر کھوکھراپار کے باسی یعقوب علی کی طرف ہے، اُسے نہ تو عربی زبان وادب پر کوئی عبور ہے اور نہ ہی علوم فنون سے کوئی علاقہ، اپنے حواریوں کو چند رٹی رٹائی قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر مرعوب کرنے کے بعد ان کو اپنی قرآن فہمی کے جوہر دکھا رہا ہے۔ موصوف قرآن کی آیات کے الفاظ کو اپنی مراد کی بھینٹ چڑھائے چلے جا رہے ہیں۔ وہ اس معاملے میں دیوبندی، بریلوی اور اہلحدیث سے زیادہ منکرین حدیث پرویز سے بہت متاثر ہیں۔ پرویز بھی قرآن کی آیات اور الفاظ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا، یعقوب علی بھی قرآن کے الفاظ کو اہمیت دینے کیلئے تیار نہیں جس طرح پرویز قرآن کے الفاظ کو جو چاہے معنی پہناتا ہے، موصوف بھی اس معاملے میں وہی طرز عمل اختیار کر کے پرویز کو اپنا استاد ثابت کر چکے ہیں۔ قرآن کے الفاظ کو اپنے اختراع کردہ معنی پہنانے کیلئے کوئی جواز، کوئی بہانہ ضروری تھا، یعقوب علی نے توحید کو بہانا بنایا اور روئے زمین کا وہ نادر شوشہ چھوڑا کہ جس پر شاید شیطان بھی عش عش کر رہا ہو۔ یعقوب علی ہرزہ سرائی کرتا ہے کہ قرآن کی آیات سے شرک نکلتا ہے۔ موصوف نے کچھ مقامات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ ان کے بہت سے حواری موصوف کی قوالی میں ہمنوائی کے فرائض انجام دیتے نظر آتے ہیں۔ منیر غوری آف اوباڑو ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر قرآن کا ترجمہ As it is کریں گے تو توحید کے منافی ہو جائیگا۔ ان شیاطین کو شرم نہیں آتی، اللہ کے کلام کو شرک آلودہ قرار دیتے ہیں، اللہ ان کے منہ میں خاک بھرے، ایسی توحید جس کی رو سے قرآن میں شرک نظر آتا ہو ابلیس مردود ہی کی ہو سکتی ہے جس کا علم بردار بن کر یعقوب علی اُٹھا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے!

''اَمْ انزلنا علیھم سلطنًا فھویتکلم بما کانوا بہ یشرکون ''(سورۃ الروم آیت ۳۵)

ترجمہ: کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے کہ انکو اللہ کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہو۔

قرآن اللہ کا کلام ہے، کتاب ہدایت ہے، رشد وہدایت اور گمراہی وضلالت کو الگ کرنے والی کتاب ہے، حق وباطل کا فرق کرنے والی ہے، توحید کا اثبات کرنے والی اور شرک کو جڑ سے اکھاڑ ڈالنے والی کتاب ہے۔ آج اس کتاب کے متعلق ذہن سازی کی جا رہی ہے کہ اس سے شرک نکلتا ہے، یہ شیطانی نظریہ ہے، صوفیوں کا قول ہے، صوفی عفیف الدین تلمسانی کا کہنا تھا کہ ''قرآن میں توحید کہاں ہے وہ تو شرک سے بھرا ہوا ہے'' تلمسانی کے مسلک کا دم بھرتے ہوئے یعقوب علی نے یہ شوشہ چھوڑا، یہ شوشہ آخر کیوں چھوڑا گیا؟ اس پر ذرا سا غور کر لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی بدولت ہی قرآن کی آیات میں تحریف اور تبدیلی کا جواز پیدا کر لیا گیا۔ یعقوب علی نے قرآنی آیات میں سے شرک نکلنے والے جن مقامات کی نشاندہی فرمائی ہے وہاں پر بھی یہ فنکاری دکھائی کہ آیت قرآنی کو پہلے خود شرکیہ مفہوم پہناتا ہے، اس کیلئے آیات کی بریلوی تشریحات اور نجدی شطیحات کو قرآن کا مفہوم قرار دیتا ہے اور اس بریلویت اور نجدیت کے زور پر قرآن سے شرک ثابت کرنے کی شیطانی کوشش کرتا ہے۔ بزعم خویش توحید کے علمبردار کو یہ سب پاپڑ بیلنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ جب قرآنی آیت سے شرک نکلے گا تو تب ہی موصوف اسے شرک سے پاک کرنے کا تطہیری عمل کریں گے۔ چنانچہ قرآنی آیات کی تطہیر شروع کر دی

گئی۔ فیاض محمود (چیف جسٹس آف بحران) کے ذریعہ اعلان کروایا گیا کہ سورۃ یوسف کی آیت ۱۰۰ میں جو آ رہا ہے کہ ''سب یوسف کے آگے سجدے میں گر گئے'' کوئی اس سے یہ مراد نہ لے جو اس آیت میں آ رہا ہے۔ ان کے طرزِ عمل کی عکاسی درج ذیل آیت سے ہو رہی ہے۔

افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منهم یسمعون کلٰم الله ثم یحرفونه من بعد ماعقلوه وهم یعلمون (سورۃ بقرۃ آیت ۷۵)

''اے مسلمانو! اب کیا ان لوگوں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ ان میں سے ایک گروہ کا شیوا یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی''

موصوف نے اس طرح سے اعلان عام کروا دیا کہ اس آیت سے وہ مراد لی جائے جو موجودہ ''مرکز ملت'' یعقوب علی نے مراد لی ہے یعنی ''سجدے'' سے مراد ''فضیلت'' فیاض محمود نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ آیت کے لفظ سجدے کو بامراد کر دیا گیا۔ چنانچہ اب سب پر لازم ہو گیا کہ آیت میں جو بیان ہوا ہے وہ نہ مانیں بلکہ جو یہ حضرت فرمائیں اس پر ایمان لے آئیں۔ تماشہ یہ ہے کہ لفظ ''سجدہ'' کے معنی تبدیل کرنے کے بعد بھی انکی توحید شرک آلودہ ہی رہی، چنانچہ تنگوانی کے پروگرام میں موقع ملنے پر اسکالر یعقوب علی نے اعلان کیا کہ اس آیت میں آنے والے لفظ ''خروا'' (جو کہ فعل ہے) کو فعل مراد نہ لیا جائے یعنی موصوف کا کہنا یہ ہے کہ قرآن نے جس فعل کو فعل ذکر کیا ہے اسے فعل نہ لیا جائے۔ موصوف کے ''عقیدۂ توحید'' کی رو سے قرآن کے بیان کردہ فعل کو فعل ماننے سے شرک ہو جائیگا۔ لہٰذا اللہ کے فرمان کا انکار کر کے یعقوب علی کے فرمان پر ایمان لے آیا جائے (العیاذ باللہ) مگر شومئی قسمت کہ بعض ساتھیوں کی گرفت کرنے پر موصوف کو احساس ہوا کہ سجدے کو بامراد کر کے ''خروا'' جو کہ فعل ہے اس کے فعل ہونے کا انکار کر کے بھی آیت ''وخروا له سجداً'' کی تطہیر نہ ہو سکی اور یہ پھر بھی شرک کا سبب بنتی رہے گی، اس خلش کی وجہ سے موصوف کا خبث باطن کھل کر سامنے آ گیا اور بالآخر صاف اعلان کر دیا کہ ہم نے اس آیت کے لفظ ''سجداً'' کو مانا ہی نہیں۔ بات واضح ہو گئی کہ قرآن کے الفاظ کو مراد اور بامراد کر کے جس بات کو چھپایا جا رہا تھا اب وہ کھل کر سامنے آ گئی۔ اصل میں موصوف کو یہ آیت سرے سے ہضم ہی نہ ہو سکی، کھل کر انکار کرنا مشکل تھا اس لئے ''مرادوں'' کا سلسلہ بنایا اور آخر کار آیت کے لفظ کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

یعقوب علی کی ''توحید'' میں قرآن کی آیت کے الفاظ میں تبدیلی لا کر تحریف کرنا اور لفظ ''سجداً'' کا انکار کرنا ضروری ہے، ورنہ دوسری صورت میں اسے ''مشرک'' قرار دے دیا جائیگا۔ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اس میں اگر کوئی تحریف کرنے کی ناپاک کوشش کرتا ہے تو وہ بری طرح گمراہی کے دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے، جیسے اس ''اسکالر'' کا حال ہوا کہ ''سجداً'' کو بامراد کیا تو ''خروا'' آڑے آ گیا ''خروا'' ''فعل کے فعل ہونے کا انکار کرنا پڑا، بات پھر بھی نہ بنی تو لفظ ''سجداً'' کا سرے سے انکار ہی کر ڈالا۔ اس قدر ہیر پھیر کرنے پر بھی کامیابی نہ ملی تو آیت کے اگلے الفاظ ''هـذا تـاويل رويای'' میں ''هذا'' موصوف کے حلق میں پھنس گیا، اس کو اگلنے کی کوشش میں اسے ''عہد ذہنی'' قرار دے ڈالا، اندھا دھند ''هـذا'' کے عہد ذہنی ہونے کے خام اور من گھڑت دلائل کی بھر مار کر دی۔ تنگوانی کے میر حسن صاحب نے موقع پر ہی اُن کی خبر لی، موصوف کے عہد ذہنی کا بخار کچھ کم ہوا لیکن بحرانی وقت گذرتے ہی دوبارہ چڑھ گیا۔ اب یہ بخار اترنے کا نام ہی نہیں لیتا ہے، لے بھی کیسے؟ ان کی پارٹی کے ملاء (سردار اور سیٹھ) موصوف کو اسکالر اور فائنل اتھارٹی کے القابات سے نواز کر انکا ٹمپریچر بڑھاتے رہے ہیں، نتیجہ آپ سب کے سامنے ہے۔

سورۂ یوسف آیت ۱۰۰ میں یوسفؑ کو سجدہ بیان ہوا ہے۔ اس کو مان لینے سے شرک لازم آ جائیگا۔ لہٰذا اس کو ماننے والا مشرک قرار پایا۔ ایسے ہی شرک کی مثال قرآن سے آدمؑ کو سجدے کی صورت میں سامنے آ گئی۔ یہ بھی غیر اللہ کو سجدہ ہے اس میں بھی مخلوق کا مخلوق کو سجدہ ہے۔ موصوف نے پہلے پہل اس کے

جواب میں فرمایا آدم کو سجدہ نہیں بلکہ آدم کیلئے سجدہ ہوا مگر جب ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کی تحریر دکھائی گئی کہ یہ آدم کو سجدہ ہے اور تمام ملائکہ آدم علیہ اسلام کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے تو بڑی خاموشی سے انچھر تبدیل کر دیا گیا، کہا کہ جب آدم کو سجدا ہوا اس وقت شریعت نہ تھی، شریعت کے بعد جو ہے اب امکان نہیں کہ غیر اللہ کی پکار، غیر اللہ کی نذر و نیاز، غیر اللہ کو سجدہ کسی درجے میں بھی جائز ہو''۔

اس عجیب و غریب استدلال پر موصوف سے پوچھا گیا کہ شریعت نہ تھی تو کیا توحید بھی نہ تھی؟ موصوف کی اس موشگافی سے معلوم ہوا کہ شریعت سے پہلے غیر اللہ کی پکاریں غیر اللہ کی نذر و نیاز اور غیر اللہ کو سجدہ جائز تھا کہ یہ سب شریعت کے بعد شرک قرار پائیں ہیں۔ موصوف کو بتایا گیا کہ شرک کا تعلق تو براہ راست توحید سے ہے، توحید تو تھی ــــــ ! جب توحید تھی تو پھر مخلوق کا مخلوق کو سجدہ کیا معنی؟ یعقوبی توحید نے پھر کروٹ بدلی اور آدم کو ہونے والے سجدہ کے متعلق کہا گیا کہ یہ متشابہ ہے، نہیں معلوم کہ فرشتے کیسے سجدہ کرتے ہیں موصوف کو اپنی یہ ہرزہ سرائی اتنی بھائی کہ کچھ ہی دنوں میں اس متشابہ کو بڑھا کر مکمل متشابہ قرار دے ڈالا۔ مگر یہاں پر بھی منہ کی کھائی، اُنہیں بتایا گیا کہ اس آیت میں اللہ کا حکم ہے اور اسے آپ بھی حکم مانتے ہو اور حکم پر مبنی آیات محکم ہوا کرتی ہیں متشابہ نہیں۔ رہی یہ بات کہ فرشتے کیسے سجدہ کرتے ہیں یہ بھی مغالطہ دینے کی عیارانہ کوشش ہے، اسکی وضاحت تو آگے آئے گی سردست تو اس مغالطہ آفرینی کی حقیقت طشت ازبام کرنی ہے کہ فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا، چاہے جیسے بھی کیا ہو، تھا تو بہر حال وہ سجدہ، مخلوق کا مخلوق کو، کیا کیفیت کے بغیر ''یعقوبی توحید'' اسکو ''سجدہ'' تسلیم نہیں کرے گی؟ آدمؑ کو ہونے والے سجدے سے یعقوبی توحید شدید نڈھال ہے۔ عامۃ المسلمین کا جم غفیر اگر ہے تو پریشان ہے کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ قرآن میں سورۂ یوسف کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں یوسف علیہ السلام کا خواب اور اسکی تعبیر عملی شکل میں موجود ہے۔ قرآن کے بیان کو مانتے ہیں تو ''توحید'' کی علمبردار تحریک کے امیر کی طرف سے مشرک قرار پاتے ہیں، شرک کے فتوے سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں تو قرآن کے منکر ہو کر کافر اور ابدی جہنم کے حقدار بنتے ہیں۔ بڑی مشکل آن پڑی ہے، فیصلہ کرنا ہے اور اسکا واحد حل قرآن و سنت ہے، سب سے پہلے قرآن کی طرف آتے ہیں، سورۂ یوسف آیت ۴ میں یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا وہ بیان ہوا ہے۔

''اذقال یوسف لابیه یابت انی رایت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رایتهم لی سٰجدین''

''جب یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا، دیکھتا (کیا) ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں'' (سورۂ یوسف آیت ۴)

مختلف اور ہمت شکن مراحل سے گذر کر ایک طویل مدت کے بعد جب اللہ نے انہیں مسند اقتدار پر بٹھایا تو اسکی عملی تعبیر رونما ہوئی، اللہ کی کتاب کا بیان ہے۔

''وَرفع ابویه علی العرش وخروا له سجداً وقال یابت هذا تاویل رویای من قبل قد جعلها ربی حقاً ط وقدا حسن بی اذ اخرجنی من السجن وجاء بکم من البدو من بعد ان نزغ الشیطٰن بینی وبین اخوتی ط ان ربی لطیف لما یشاء ط انه هو العلیم الحکیم''

''(شہر میں داخل ہونے کے بعد) اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور سب اس کے آگے، بے اختیار سجدے میں جھک گئے، یوسفؑ نے کہا ، ابا جان یہ تعبیر ہے میرے اس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ میرے رب نے اسے حقیقت بنا دیا، اسکا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملایا حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرا رب غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے، بے شک وہ علم اور حکیم ہے'' (سورۂ یوسف آیت ۱۰۰)

قرآن کے الفاظ سے واضح ہے کہ یوسفؑ نے بچپن میں جو خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں، اسکی عملی تعبیر "وخروا له سجدًا" (کہ سب ان کے آگے سجدے میں جھک پڑے) کے انداز میں واقع ہوئی۔ اس تعبیر کو یوسفؑ نے خود اپنے بچپن والے خواب کی تعبیر قرار دیا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ نوٹ کرنے کی ہے کہ اس تعبیر (وخروا له سجدًا) کی نسبت اللہ کے نبی یوسفؑ نے اللہ رب العالمین کی طرف کی ہے، قرآن کے الفاظ ہیں:

"هذا تاويل رويا ى من قبل قدجعلها ربى حقا" یعنی یہ میرے پہلے والے خواب کی تعبیر ہے، یقیناً میرے رب نے اسے سچ کر دکھایا،

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ کی مشیت کا ذکر ہے جس سے واضح کر دیا گیا کہ یہ سب مشیت الٰہی کے تحت ہی ہوا ہے۔ جس کام کی نسبت براہِ راست اللہ کی طرف ہو، جو کام اللہ کی مشیت کے تحت ہوا ہو اس پر قیل قال کرنا، اسے شرک قرار دے ڈالنا یعقوب علی کا خاصہ ہے، ورنہ قرآن میں جن افعال کی نسبت اللہ کی طرف ہے اس میں جائز و ناجائز کی بحث نہیں ہے۔ قرآن میں اسکی بہت سی مثالیں موجود ہیں، خضر علیہ السلام کا کھیلتے ہوئے بچہ کو مار ڈالنا اللہ کے حکم سے تھا اس میں کوئی بحث نہیں، جادو کفر و شرک ہے، اللہ کے حکم سے فرشتے اسے لوگوں کو سکھاتے، یہ واضح کر کے کہ یہ کفر ہے، چونکہ یہ اللہ کی طرف سے تھا لہٰذا اس پر کوئی قیل قال نہیں۔ یوسف علیہ اسلام نے جس تدبیر سے اپنے بھائی کو اپنے پاس روکا اسکی نسبت بھی اللہ کی طرف ہونے کی وجہ سے اس میں بھی جائز و ناجائز کی کوئی بحث نہیں ہو سکتی۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں، ہر جگہ بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف نسبتوں کی وجہ سے ان کا حکم خاص ہے، وہ عام نہیں کہ اس پر کوئی قیل قال ہو یا انکو عام قانون پر رکھ کر ان کے متعلق جائز و ناجائز کی بحث ہو۔ خواب "لی سٰجدین" کی تعبیر "وخروا له سجدا" واقع ہوئی، اسکی نسبت بھی اللہ کی طرف ہے، الفاظ ہیں "قَدْ جعَلهَا ربّی حقاً" پس اس پر بھی کوئی قیل و قال نہیں ہونی چاہیئے۔ برا ہو شیطان لعین کا جو یعقوب علی کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ اللہ کے کاموں میں قیل قال کر رہا ہے، اپنے جاہلانہ استدلال کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے۔ قرآن کے الفاظ کو ماننے کیلئے تیار نہیں، الٹا اس میں ہیر پھیر کر کے اپنے اندھے مقلدین کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جہاں کہیں دیکھتا ہے کہ قرآن کی آیات اس کے باطل موقف کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں تو پہلے ہیر پھیر اور تاویل کے ذریعہ مطلب برآری کرتا ہے اور جب اس طرح سے مطلب نہ نکلے تو قرآن میں تحریف سے بھی گریز نہیں کرتا "لی سٰجدین" خواب تھا "وخروا له سجدًا" اسکی تعبیر تھی "قدجعلها ربی حقاً" خواب کو سچا کر دینے کا اعلان تھا۔ علامہ موصوف نے یوسفؑ کے خواب پر یعقوبؑ کے پیغمبرانہ تبصرے کو خواب کی تعبیر قرار دے ڈالا، لکھتا ہے!

"یعقوب علیہ السلام کی بتائی ہوئی اس تعبیر کو سامنے رکھ کر ہی "خروا له سجدًا" کا مطلب صحیح طور پر سمجھ میں آ سکتا ہے"

"القصہ یوسف علیہ السلام کے خواب کی جو تعبیر یعقوب علیہ السلام نے بتائی، بیٹے نے اس پر مکمل یقین کیا" (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۱۰)

قرآن نے جسے تعبیر قرار دیا اسے نہ مان کر یعقوب علیہ السلام کی نصیحت اور تبصرے کو خواب کی تعبیر قرار دینے کی وجہ بھی ملاحظہ کیجئے!

"یوسفؑ نے اپنے والد کو کہا کہ آپ نے جو میرے خواب کی تعبیر بتائی تھی اسے اللہ نے حقیقت بنا دیا ہے جیسا آپ نے بتایا تھا ویسے ہی ہوا، روز روشن کی طرح وہ ساری باتیں ثابت ہو کر ہمارے سامنے ہیں" (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۱۲)

موصوف نے محولہ عبارت میں جو کچھ لکھا ہے اسے یوسف علیہ السلام کا قول قرار دے دیا ہے، نہ جانے یہ کون سے قرآن میں ہے، یہ تو موصوف ہی بتا سکتے ہیں۔ یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے تبصرے کو یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ "قدجعلها ربی حقاً" کو اس تبصرے کی طرف موڑ دیا جائے۔ چنانچہ موصوف نے مذکورہ عبارت میں صاف لکھ دیا ہے کہ "آپ نے جو میرے خواب کی تعبیر بتائی تھی اسے اللہ نے حقیقت بنا دیا" یعنی "قدجعلها ربی حقاً" خواب سے متعلق نہیں بلکہ یعقوب علیہ السلام کے قول سے متعلق ہے۔ قرآن کا مطالعہ کرنے والا تو موصوف کی

نکتہ آفرینی پر سر پیٹ کر ہی رہ جائے گا۔ ''وخروالہ سجدًا'' کے بعد آتا ہے یوسفؑ نے کہا کہ اے اباجان، یہ میرے پہلے والے خواب کی تعبیر ہے، اسے یعنی میرے خواب کو اللہ نے سچا کردیا۔ آیت بتا رہی ہے کہ خواب کو سچا کردیا گیا۔ یعقوب علی کہتا ہے کہ یعقوب علیہ اسلام نے جو تعبیر بتائی تھی اسے حقیقت بنادیا۔ سچا کرنے یا حقیقت بنانے کا معاملہ خواب کے بجائے یعقوبؑ کے تبصرے اور نصیحت کو ٹھہرایا، اسکی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ اگر خواب سچا ثابت ہوتا تو یعقوب علی کے استدلال کی عمارت زمین بوس ہوجاتی کیونکہ یعقوب علی کی خانہ ساز توحید کا بھرم اسی پر قائم ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ پورے قرآن میں کہیں بھی یعقوب علیہ السلام کی نصیحت اور تبصرے کو خواب کی تعبیر قرار نہیں دیا گیا جبکہ یوسف علیہ السلام ''وخروالہ سجدًا'' کو خواب کی تعبیر قرار دے چکے ہیں، دوسری بات یہ کہ ''قد جعلھا ربی حقاً'' میں لفظ ''جَعَلَھَا'' (اسکو بنایا) میں ''ھَا'' کی ضمیر آرہی ہے جو کہ واحد مؤنث کی ہے، یہ تاویل کی طرف جا ہی نہیں سکتی کیوں تاویل عربی میں مذکر استعمال ہوتا ہے ''ھَا'' کی ضمیر ''رویای'' کی طرف ہے کیوں کہ رویا مونث ہے ''جعلھا'' کا مطلب ہے اس نے خواب کو بنایا ''حقاً'' یعنی ''سچا''۔ سورۂ یوسف آیت ۱۰۰ میں سب سے پہلے یوسفؑ کا اپنے والدین کو تخت پر بٹھانے کا ذکر ہے اس کے بعد یوسفؑ کو سجدے کا پھر اس واقعہ کو خواب کی تعبیر بتا کر اسے اللہ کی طرف سے سچ کر دکھانے کا ذکر ہے، پھر اللہ کے احسانات بیان کرکے بات کو اس پر ختم کیا گیا کہ میرا رب غیر محسوس طریقوں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے، بیشک وہ علیم و حکیم ہے۔ اس آیت میں سارے کاموں کی نسبت اللہ کی طرف ہے اور انہیں اللہ کی مشیت کے تحت ٹھہرایا گیا ہے۔ یعقوب علی کی اختراعی توحید انکی نسبت اللہ کی طرف ہونے اور اسکی مشیت کے تابع ہونے سے لرزہ براندام ہے، اگر انکو اللہ کی طرف سے اور اسکی مشیت کے تحت مان لیا جاتا جیسا کہ وہ ہیں تو معاملہ کچھ بھی نہ بچتا۔ یعقوب علی کی دُکان ٹھپ ہوکر رہ جاتی، چنانچہ موصوف اس وقوعہ کی نسبت اللہ کی طرف ہونے والے معاملے سے صرف نظر کرکے مشیت الٰہی پر برس پڑے، لکھتے ہیں!

''ترکش کا ایک اور تیر چلتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ''یوسفؑ کو سجدہ خاص ہے اور اللہ کی مشیت سے ہوا، اسے عام پر قیاس مت کرو''

''اسی طرح سے آج باطل پرستوں کے پاس اپنے تمام مشرکانہ عقائد کے لئے اپنی دانست میں یہ بڑا مضبوط سہارا ہے کہ جب انکے گمراہانہ عقائد پر قرآن وحدیث کی روشنی میں گرفت کی جائے تو وہ اللہ کی عطا، اللہ کی طرف سے اختیار، اللہ کی مشیت جیسے الفاظ کا سہارا لیکر اپنی گمراہی کا دفاع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بریلوی فرقے کی کتابیں پڑھی جائیں تو ان کا علم کلام بھی اس قسم کے طرز استدلال پر مبنی ہوتا ہے، اسی طرح سے دیوبندی، اہلحدیث، شیعہ سب ہی اس کند ہتھیار سے کام لینے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔۔۔''

(یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۱۸، ۱۹)

اس طرح محقق موصوف نے مشرکوں کے طرز استدلال کو بیچ میں لاکر آیت ''ان ربی لطیف لما یشاء'' میں بیان ہونے والی ''مشیت الٰہی'' کا صاف اور واضح انکار کردیا ہے۔ موصوف ہمیشہ ہی مشرکوں کے اقوال اور طرز استدلال بیچ میں لاتے ہیں اور پھر اسکو بنیاد بنا کر اللہ کے کلام میں تحریف کرتے ہیں۔ مشرک جن معاملات میں مشیت کا بہانہ بناتے ہیں پورے قرآن وحدیث میں اسکا کوئی ذکر نہیں بلکہ قرآن وحدیث تو مشرکوں کے اسطرح کے باطل طرز استدلال اور اس پر بنائے گئے ان کے نظریات کا رد کرتے ہیں۔ مشرکوں کی اپنی اختراعی مشیت کا اللہ کی بیان کی ہوئی ''مشیت'' اور اللہ کے کئے ہوئے خاص سے آخر کیا موازنہ۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کے حوالے سے اپنی مشیت کا ذکر فرمایا ہے!

''قال رب انی یکون لی غلم وقد بلغنی الکبر وامراتی عاقر ط قال کذلک اللہ یفعل مایشاء'' (سورۂ ال عمران آیت ۴۰)

ترجمہ: کہنے لگا اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں بالکل بوڑھا ہوگیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے فرمایا اس طرح اللہ جو چاہے کرتا ہے''

اب یہ اللہ کی بیان کی ہوئی مشیت ہے، کیا اسکا موازنہ، مشرکوں کی من گھڑت مشیت سے کیا جاسکتا ہے؟ کیا مشرکوں کے باطل استدلال کو بنیاد بنا کر اسکا انکار کردیا جائے؟

یوسف علیہ السلام کو سجدے کا واقعہ ایک خاص واقعہ ہے جیسے فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا واقعہ، یہ دونوں واقعات خاص ہیں اور خاص واقعات سے دلیل نہیں پکڑی جاتی، عام کے مقابلے میں نہیں لایا جاتا۔ یوسف علیہ السلام نہ جانے کتنے عرصہ مسند اقتدار پر متمکن رہے مگر ایسا کوئی اور واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوا، یہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے جو کہ خواب کی تعبیر کی شکل میں واقع ہوا اور خواب کے سچا ہونے کی دلیل بنا۔ یعقوب علی نے اس خاص واقعہ کو ایک جاری وساری عمل کے طور پر پیش کر کے یہ گمراہ کن تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ عام معمول تھا، ایک روز میں نہ جانے کتنی مرتبہ ہوتا رہا ہو، یعقوب علی لکھتا ہے!

''آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ وقت کے دو جلیل القدر نبی ایک دوسرے کے آگے سجدے میں گرنے لگیں'' (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۱۴)

موصوف کی فنکاری ملاحظہ کیجئے کہ کیسے ایک خاص واقعہ کو عام بنا کر تنقید کا نشانہ بنا رہا ہے۔ قرآن وحدیث میں بہت سے خاص واقعات اور استثنائی معاملات بیان ہوئے ہیں ان کو ویسے ہی مانا جاتا ہے جیسے وہ بیان ہوئے ہیں۔ ان خاص واقعات اور استثنائی معاملات سے عام قانون وقاعدے اور کلیہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ قرآن وحدیث کا قانون وکلیہ ہے کہ اللہ نے ہر انسان کے لئے دو زندگیاں اور دو موتیں رکھی ہیں مگر قرآن وحدیث میں ایسے واقعات بھی ہیں جس میں تیسری زندگی کا ثبوت ملتا ہے۔ ان استثنائی معاملات کو مان لینے سے نصوص کا انکار ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی قدرت، دسترس اور مشیت کا اثبات ہوتا ہے۔ قلیب بدر کے مردوں کا سننا حدیث میں بیان ہوا ہے، چونکہ یہ خاص واقعہ ہے اس سے ہر مردے کے سننے کی دلیل نہیں لی جاسکتی اس سے دلیل پکڑنے والوں کو یہی سمجھایا جاتا ہے کہ یہ خاص واقعہ ہے، کوئی عام قاعدہ یا قانون نہیں۔ جس طرح سماع موتی کے قائلین اس خاص واقعہ کو عام بنا کر ہر مردے کے سننے کی دلیل پکڑتے ہیں اور سماع موتی کا اثبات کرتے ہیں۔ یعقوب علی یوسفؑ کے سجدے والے معاملے کو پہلے عام بناتا ہے پھر اسکو شرک قرار دے کر اس کے ماننے والوں کو مشرک ٹھہراتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کا خواب اور اسکی تعبیر جس سیاق وسباق اور انداز وپیرائے میں بیان ہوئے ہیں وہ اسے خاص واقعہ ہی ثابت کرتے ہیں۔ چونکہ علامہ موصوف کو قرآن اپنی اصل حالت میں قبول ہی نہیں ہے اس وجہ سے وہ اسے خاص واقعہ ماننے کیلئے تیار ہی نہیں۔ اگر وہ اسے خاص مان لیتا ہے تو اس کا سارا کھیل ہی ختم ہوجاتا ہے، چنانچہ اسکو خاص قرار دینے کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھتا ہے!

''بات پھر بھی نہ بنی تو اسے ''خاص'' اور ''اللہ کی مشیت'' قرار دے دیا''

''اور پھر کچھ نہیں تو اسے خاص معاملہ قرار دے کر قرآن وحدیث کی واضح نصوص کا انکار کردیتے ہیں'' (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۱۹)

درج بالا عبارت کو پڑھیئے اور موصوف کی علمیت کی داد دیجئے کہ اس واقعہ کے خاص نہ ہونے کی ان کے پاس دلیل تو کوئی نہیں البتہ اوپر پیش کی گئی ان کی عبارت میں یہ منفرد اور نادر شوشہ موجود ہے کہ اس کو خاص ماننے سے قرآن وحدیث کے واضح نصوص کا انکار لازم آتا ہے۔ اگر کسی خاص واقعہ کو خاص ماننے سے قرآن وحدیث کے نصوص کا انکار ہوتا ہے تو پھر قلیب بدر کے واقعہ کو خاص ماننے سے قرآن وحدیث کے نصوص کا انکار ہوا؟ عزیر علیہ السلام کے سو سال بعد زندہ ہونے کو ماننے سے قرآن وحدیث کے نصوص کا انکار ہوا؟ فرشتوں کے جادو سکھانے کو ماننے سے قرآن وحدیث کے نصوص کا انکار ہوا؟ خضرؑ کے لڑکے کو قتل کرنے کے واقعہ کو ماننے سے قرآن وحدیث کے نصوص کا انکار ہوا؟ عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے، زندہ آسمانوں پر اُٹھائے جانے اور قبل قیامت واپس آنے سے قرآن وحدیث کے نصوص کا انکار ہوا؟ عیسیٰؑ کے مردوں کو زندہ کرنے کے خاص واقعات کو ماننے سے قرآن وحدیث کے نصوص کا انکار

ہوا؟ غرض اس طرح کے جتنے ''خاص'' واقعات ہیں ان کو مان لینے سے بقول یعقوب علی قرآن وحدیث کے نصوص کا انکار ہوتا ہے، یہ ہے ''علامہ'' موصوف کی علمیت جس کی رو سے قرآن کو ماننے سے قرآن کے نصوص کا انکار ہوتا ہے۔ موصوف کی عادت یہ ہے کہ پہلے بات کو گھماتا ہے، پھر رطب ویابس کو لاتا ہے پھر اس پر اپنی ''عالمانہ'' ہرزہ سرائی کرتا ہے۔ موصوف نے اس ''خاص'' کی بحث میں اہلحدیث عالموں کے دو حوالے دیئے ہیں کہ انہوں نے ''سماع موتیٰ'' کو خاص قرار دیکر قرآن وحدیث کی واضح نصوص کا انکار کیا ہے۔ (یعقوب علی کا حبل اللہ ۱۹) اس معاملے میں بھی یعقوب علی نے اُسی علمی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے جسکا اوپر ذکر ہوا ہے کہ اہلحدیثوں کے ہر مردے کے سننے کے عام ''عقیدے'' کو خاص کرنے اور ہمارے یوسف علیہ السلام کے معاملے کو خاص ماننے کو ایک کر دیا۔ دجل وفریب کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال پیش کی جاسکتی ہے جسکا مظاہرہ یعقوب علی کر رہا ہے کہ جس بات کی وضاحت ہم ایک عرصے سے تقریر وتحریر میں کرتے چلے آرہے ہیں کہ اہلحدیث سماع موتیٰ کے وقت کو خاص بنا کر اپنے باطل مؤقف کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ تو ''خاص'' ہے ہی نہیں وہ تو عام ہے کیوں جب ہر مردہ سنتا ہے تو یہ سماع موتیٰ کا عقیدہ خاص کب ہوا؟ ویسے ان حوالوں میں سماع موتیٰ کے وقت کو خاص قرار دیا گیا ہے اور ہر مردے کے سننے کے عقیدہ کا اثبات کیا گیا ہے، ہر مردے کے سننے کی بات تو عام ہے اور عام ہونے کی وجہ سے ہم اسے قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ ورنہ قلیب بدر کے مردوں کے سننے کو ہم بھی خاص مانتے ہیں۔ یعقوب علی کے پیش کردہ اہلحدیث عالموں کے دونوں حوالوں میں ہر مردے کے سننے کا ادعا موجود ہے لیکن یعقوب علی تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے اس کو خاص قرار دے رہا ہے۔ یعقوب علی کا قرآن وحدیث کی خدمت کا یہی طریقہ ہے۔

یوسف علیہ السلام کو سجدہ اور عبداللہ بن عباسؓ:

یعقوب علی نے اپنی حمایت میں عبداللہ بن عباسؓ کا قول پیش کیا ہے، یہ قول موصوف کے ہاتھ کیا لگا، گویا بندر کے ہاتھ ناریل لگ گیا۔ اس پر کچھ عرض کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حیثیت متعین کر دی جائے۔ موصوف نے اسے رازی کی تفسیر سے نقل کیا ہے، وہاں یہ قول بلاسند درج ہے، رازی ۶۰۶ھ کا آدمی ہے۔ صحابی رسول کی طرف منسوب بلاسند قول کی کوئی حیثیت نہیں ہوا کرتی، صحابہ کے اقوال اگر بے سند قبول کئے جانے لگیں، تفسیروں کی کتابوں کے حوالے اگر قبول کئے جانے لگے تو عقائد کا وہ فساد برپا ہوگا کہ جس کا سیل آب تمام اعمال کو خس وخاشاک کی طرح بہالے جائیگا۔ تفسیروں کی کتابوں میں کون سی غلط بات ایسی ہے جو موجود نہیں اور انہیں کسی معتبر شخصیت سے منسوب نہ کیا گیا ہو۔ سرمایہ روایت میں تفسیری روایات کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ روایت وہ ہی قبول کی جاتی ہے جو صحیح اور ثابت شدہ ہو، ورنہ تو بخاری تک کا حوالہ غیر ثابت شدہ بات کیلئے کافی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ونزول قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ قرآن کی آیت ہے ''اِنّی مُتَوفّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیّ'' میں تجھے واپس لے لونگا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالونگا۔ اس آیت میں موجود لفظ ''مُتَوفّیکَ'' کے معنی پورا پورا لینے یا وصول کرنے کے ہیں مگر منکرین رفع ونزول عیسیٰؑ اس کے معنی موت لیکر عیسیٰؑ کی موت کے قائل اور رفع ونزول عیسیٰؑ کے انکاری ہیں۔ اس کیلئے وہ حوالہ صحیح بخاری سے عبداللہ بن عباسؓ کے قول ہی کا دیتے ہیں کہ انہوں نے ''مُتَوفّیک'' کے معنی ''مُمیتک''، یعنی میں تجھے موت دے دونگا، کے بتائے ہیں۔ اب دیکھئے حوالہ صحیح بخاری کا ہے اور قول عبداللہ بن عباسؓ کا مگر چونکہ یہ بلاسند اور غیر ثابت شدہ ہے اس وجہ سے اسے نہیں مانا جاتا۔ مگر یعقوب علی نے بلاسند اور غیر ثابت شدہ قول کو رازی کی تفسیر سے پیش کر کے دلیل اور حجت قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ صحابہ کے اقوال کیلئے ضروری ہے کہ وہ صحیح اور متصل سند سے مروی ہوں کیوں کہ صحابہ کے اقوال اور فتاوے اللہ کے نبیؐ سے ہی مستفاد ہوا کرتے ہیں جن سے دین اخذ کیا جاتا ہے۔ یعقوب علی نے رازی کی تفسیر سے اپنے حق میں ایک قول تو لیکر پیش کر دیا مگر اسی تفسیر میں انہی عبداللہ بن عباسؓ سے دوسرا قول بھی منقول

ہے جو کہ یعقوب علی کے پیش کردہ قول کے بالکل برعکس ہے۔

''قال ابن عباس رضی اللہ عنہما: انہ لمارای سجود ابویہ واخوتہ ھالہ ذلک واقشعر جلدہ منہ، وقال لیعقوب ھذا تاویل رویای من قبل'' (تفسیر رازی)

اس قول کا ترجمہ یعقوب علی کی پسندیدہ تفسیر کے ذریعہ پیش خدمت ہے (انکی طرف سے غلام اللہ صاحب کو ''اچھا عالم'' ہونے کا سرٹیفکیٹ تیموریہ کی مسجد میں کی جانے والی ایک تقریر میں دیا جا چکا ہے جو ریکارڈ ہے)۔

''حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب والدین اور بھائیوں نے یوسف کو سجدہ کیا تو وہ کانپ اٹھے اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور فوراً کہا اباجان یہ میرے خواب کی تعبیر ہے'' (جواہر القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۴۱)

یعقوب علی کو چاہیئے کہ عبداللہ بن عباسؓ کے اس قول کو بھی مانے کیوں کہ حوالہ بھی اسی کتاب کا ہے جو انہوں نے اپنے حق میں دیا ہے۔ اب موصوف کیا عبداللہ بن عباسؓ کے قول کی وجہ سے یوسفؑ کو ہونیوالے سجدے کے قائل ہو جائیں گے؟ اگر انکی تسلی اس سے نہ ہوتی ہو تو عبداللہ بن عباسؓ کا ایک اور قول انکی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں!

''حدثنی محمدبن سعد ،قال حدثنی ابی، قال حدثنی عمی قال حدثنی ابی عن ابیہ عن ابن عباس (وخروالہ سجدا) یقول رفع ابویہ علی السریر، وسجدالہ وسجدلہ اخوتہ'' (تفسیر ابن جریر طبری)

یعنی عبداللہ بن عباسؓ (وخروالہ سجدا) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یوسفؑ نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور والدین نے ان کو سجدہ کیا اور ان کے بھائیوں نے بھی انکو سجدہ کیا۔

یعقوب علی کو کتابوں میں صرف اپنے مطلب کا مواد ہی نظر آتا ہے، ورنہ وہاں تو ہر قسم کا مواد موجود ہے، اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ انکو دوسرا رخ بھی دکھا دیا جائے۔ اس میں عبداللہ ابن عباسؓ نے واضح انداز میں یوسف علیہ السلام کو سجدہ بتایا، اب دیکھتے ہیں کہ یعقوب علی جلیل القدر صحابی کی بات کو مانتا ہے یا پھر اسکو اپنی ''عالمانہ'' فنکاری کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔ یہ کہاں تک ایسا کرے گا، آگے بہر حال بندگلی ہے، اگر پوچھا جائے کہ بندگلی کیسے ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں!

''قال ابو صالح عن ابن عباس: کان سجود ھم کھیاۃ الرکوع کما یفعل الاعاجم'' (زادالمسیر لابن جوزی)

یعنی عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کے سجدے رکوع کی طرح کے تھے، جیسا کہ عجمی کرتے ہیں۔

اب آتے ہیں یعقوب علی کے پیش کردہ عبداللہ بن عباسؓ سے منسوب قول کی طرف جس کے متعلق علامہ موصوف لکھتے ہیں ''عبداللہ بن عباسؓ جو جلیل القدر صحابی رسولؐ اور صحابہ میں بڑے پائے کے عالم ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کو سجدہ شکر تھا'' اس کے بعد عبداللہ بن عباسؓ کا قول پیش کیا ہے۔

''انھم خروالہ ای لا جل وجدانہ سجداللہ تعالیٰ ،وحاصل کلام، ان ذلک السجود کان سجود اللشکر فالمسجود لہ ھواللہ، الاان ذلک السجود انما کان لاجلہ'' (تفسیر الکبیر امام رازی جلد ۷ صفحہ ۲۱۲)

ترجمہ: ''وہ گر پڑے اس کے لئے یعنی اس کے مل جانے کی وجہ سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے اور حاصل کلام یہ ہے کہ یہ سجدہ، سجدہ شکر تھا اور اللہ کو کیا گیا تھا اور اس سجدہ شکر کی وجہ یوسفؑ (پر اللہ کے انعام) تھے''۔

علامہ موصوف نے درج بالا عبارت پیش کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ یہ عبارت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے حالانکہ عبارت میں صرف ''انھم خروالہ ای لاجل وجدانہ سجداللہ تعالیٰ '' تک کی عبارت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے، باقی عبارت تو '' وحاصل الاکلام '' سے لیکر آخر تک رازی کی ہے۔ علامہ موصوف کو عبارت سمجھ میں ہی نہیں آسکی یا پھر غلط تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے، ہر دو صورتوں میں موصوف قابل گرفت ہیں، ان کی پیش کردہ عبارت میں جو الفاظ عبداللہ بن عباسؓ سے منسوب ہیں اسکا جو ترجمہ انہوں نے خود کیا ہے اس پر ذرا غور کرلیں، ترجمہ ہے ''وہ گر پڑے اس کیلئے یعنی اس کے مل جانے کی وجہ سے'' اس قول، اس ترجمہ میں لہٗ کی ضمیر واضح طور پر یوسفؑ کی طرف مانی گئی ہے اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ ''خروا'' یعنی ان کا گرنا یوسفؑ کیلئے مانا گیا ہے۔ آیت ''وخروالہ سجدًا '' میں اصل فعل تو ''خروا'' ہی واقع ہوا ہے ''سجدًا'' تو فاعل کا حال ہے نا کہ فعل اس طرح موصوف ''خود اپنے دام میں صیاد آگیا'' کے مصداق بن چکے ہیں حالانکہ انکی کوشش یہ تھی کہ آیت ''وخروالہ سجدًا '' سے کسی طرح یوسفؑ کو خارج کر دیا جائے۔ اس آیت میں کس کا ذکر ہے لہٗ کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے، محقق موصوف اس حوالے سے کئی قلابازیاں کھا چکے ہیں اور کئی رنگ بدل چکے ہیں جسکی مختصر روداد کچھ اس طرح ہے کہ پہلے پہل موصوف اس آیت کے تحت یوسفؑ ہی کو سجدے کے قائل تھے، ایک طویل عرصے تک علمبردار توحید ہو کر اس ''شرک'' میں مبتلا رہے، ایک دن ان پر یہ راز منکشف ہوا کہ یہ تو ''توحید کے منافی ہے'' مورخہ ۱۱ نومبر ۲۰۰۷ء کو کھوکھراپار کی مسجد میں اجتماع عام میں اسے توحید کے منافی قرار دیکر لَہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع بتا کر دبے قدموں پلٹ گئے۔ اب مقتدیوں پر لازم تھا کہ وہ بھی انکی اقتداء میں اپنا قبلہ تبدیل کرلیں چنانچہ اندھے مقلدین نے ایسا ہی کیا، مگر قرآن وحدیث کا براہِ راست مطالعہ کرنے والوں نے اس اندھی تقلید سے انکار کر دیا۔ بڑی بحث ومباحثہ کے بعد بالآخر موصوف اس بات کے قائل ہو گئے کہ آیت میں یوسف ہی کا تذکرہ ہے اور لَہ کی ضمیر یوسفؑ کیلئے ہی ہے۔ ساتھ میں یہ وضاحت بھی ہوگئی کہ یہ سجدہ کوئی عبادت نہیں بلکہ اس سے انکی برتری اور فضیلت کا اظہار کروایا گیا، موصوف مان بھی گئے اور دستخط بھی کر دیئے مگر اس سے انکی شان میں جو کمی واقع ہوئی اس نے انہیں بے چین کیے رکھا، ان کے گرگوں نے انہیں الگ برانگیختہ کیا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ موصوف پھر سے اکڑ گئے اور آیت میں سے یوسفؑ کو نکال کر لَہٗ کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کے خود ساختہ اور اوٹ پٹانگ دلائل دینا شروع کر دیئے، ان دنوں صورتحال یہ تھی کہ ان کا دستخط شدہ پرچہ لَہ کی ضمیر یوسفؑ کی طرف بتا رہا تھا اور زبان سے اُسے اللہ کی طرف راجع ہونے کے دلائل دیتے پھر رہے تھے اس صورتحال نے ماحول کشیدہ کر دیا، بحث وتکرار دوبارہ شروع ہوگئی۔ آخر کار موصوف کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے تنظیم کو انتشار سے بچانے کیلئے ایک دوسرا پرچہ تیار کیا گیا جس میں اس مسئلے کو تفسیری معاملہ قرار دیا گیا تا کہ موصوف جو اسے توحید کے منافی قرار دے چکے ہیں اس کا ازالہ ہو جائے۔ ساتھ میں لہ کی ضمیر اللہ کی طرف اور لہ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف دونوں کو تفسیروں کی حیثیت سے درج کر دیا گیا۔ موصوف کو یہ دو تفسیروں والا پرچہ پہلے تو اتنا بھایا کہ مورخہ ۲ مارچ ۲۰۰۸ء کو کھوکھراپار کے پروگرام میں یہ اعلان کر دیا کہ جو اس پرچے کو نہ مانے وہ ہمارے ''آفاق'' نظم کا حصہ نہیں ہوگا۔ مگر پھر کیا ہوا؟ یہ طویل داستان ہے، مختصراً یہ کہ لَہٗ کی ضمیر یوسفؑ کی طرف والی تفسیر کو بڑی بری طرح اپنے بھاری پیروں تلے روندا شروع کر دیا، قرآن کی آیات سے شرک نکالا گیا، قرآن کی آیت کے As it is ترجمہ کو توحید کے منافی بتایا گیا اور اس معاملے میں اس حد تک آگے بڑھے کہ اعلان کروا دیا گیا کہ آیت میں تو یہی آرہا ہے کہ وہ سب یوسفؑ کے آگے سجدے میں گرے مگر اس سجدے کو ''بامراد'' کیا جائیگا اور ان کے ''بامراد'' کو نہ ماننے والا پکا مشرک ہوگا۔ اب اپنے اس زیر بحث مضمون میں عبداللہ بن عباسؓ کا قول پیش کر کے لہٗ کی ضمیر اور فعل ''خروا'' کو یوسف علیہ السلام کے لئے مان چکے ہیں۔ اب رہ گیا ''سجدًا'' تو یہ فاعل کا حال ہے، اسکو ''خروا '' سے الگ کیا ہی نہیں جا سکتا اور جب اسے ''خروا'' سے الگ نہیں کیا جا سکتا تو اس کا جو مطلب ہوگا وہ ظاہر ہے۔

خَرُّوا اور سُجَّدًا:

آیت کے الفاظ "وخروالہ سجدًا" یوسف علیہ السلام کے متعلق ہیں یا نہیں اسکا فیصلہ تو آیت کے سیاق وسباق سے اور آیت میں موجود قرآئن سے ہوتا ہے۔ان دونوں چیزوں سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ اس کا روئے سخن یوسف علیہ السلام کی طرف ہے۔قرآن کے مختلف زبانوں میں ہونے والے دنیا بھر کے تراجم اٹھالیجئے (اس میں صرف اس قدر ہی استثناء موجود ہے جو انسانی معاملات میں ناگزیر ہے) ہر ایک ترجمے میں اس آیت کا روئے سخن یوسف علیہ السلام ہی ہیں۔اسکی وجہ ظاہر ہے کہ ترجمہ کرتے وقت جن باتوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے ان کا تقاضہ یہی ہے مگر اپنی "اختراعی توحید" کے مارے ہوئے یعقوب علی نے دنیا بھر کے تراجم قرآن کو بیک جنبش قلم وزباں یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ یہ مشرکوں کے ترجمے ہیں۔عجیب بات یہ ہے کہ یہی مشرکین اس شریعت میں غیراللہ کو سجدہ حرام سمجھتے ہیں (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۸) اور آیت زیر بحث کا ترجمہ مشرکانہ کرڈالتے ہیں۔مگر اپنے مشرکانہ عقائد کا جن کا وہ دم بھرتے ہیں اور جن پر پوری طرح قائم ہیں ان میں وہ ایسا نہیں کرتے بلکہ ان عقائد کے خلاف آنے والی آیات کے تراجم اپنے عقائد کے خلاف ہی کرڈالتے ہیں۔مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپؑ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں اور ان پر درود وسلام کے اعمال پیش ہوتے ہیں، کون سا مسلک ہے جس کا یہ عقیدہ نہیں؟ سورۂ الزمر کی آیت "انک میت وانھم میتون" ان کے باطل عقیدے کی جڑ ہی کاٹ کرر کھ دیتی ہے لیکن اس کے باوجود اس آیت کا ترجمہ درست اور اپنے باطل عقیدے کے خلاف ہی کرتے ہیں۔اگر اپنے مشرکانہ عقائد کے مطابق تراجم کئے گئے ہوتے تو پھر اس آیت کا ترجمہ درست نہیں ہونا چاہیئے تھا۔معلوم ہوا کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے یعقوب علی نے یہ شوشہ چھوڑا ہے تاکہ لوگ اگر خود قرآن اٹھا کر ترجمہ پڑھیں گے تو "یعقوبی قرآن فہمی" کا بھانڈا بیچ چوار ہے پر پھوٹے گا۔اس وجہ سے انہوں نے تراجم قرآن کو مشرکوں کے ترجمے کہہ کر یکسر مسترد کردیا ہے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔یہ بھی حقیقت ہے اور ریکارڈ پر موجود ہے، لوگوں کو بے وقوف بنانے کیلئے کھوکھراپار کی مسجد میں ایک طویل دورانئے کا پروگرام رکھا، اس میں ایک موقع ایسا آیا کہ وہ بری طرح پھنس گئے تو وہاں پر قرآن کا ترجمہ کرنے والے مشرکین کی نہ صرف عربی زبان میں اہلیت اور قابلیت کو تسلیم کیا بلکہ ان کے مقابلے میں اپنی کم علمی اور ناواقفیت کا اعتراف کر کے جان چھڑائی، موصوف کے الفاظ ہیں!

"نہیں بہر حال یہ کہ وہ بھی تھوڑی بہت عربی قواعد وغیرہ جانتے ہی ہوں گے نا جب ہی ترجمہ کیا نا۔۔۔ہم تو پورے قرآن کا ترجمہ ابھی نہیں کر سکتے، ہم میں اتنی قابلیت نہیں ہے۔۔۔" (۲ مارچ ۲۰۰۸ء، مسجد توحید کھوکھراپار)

"ہم میں اتنی قابلیت نہیں" یہ الفاظ اس اسکالر کے ہیں مگر دوسری طرف اپنی اسی قابلیت کی بنیاد پر دنیا بھر میں ہونے والے تراجم قرآن کو چیلنج دے چکا ہے۔کوئی پوچھنے والا پوچھے گا کہ جب تم میں اتنی قابلیت نہیں ہے تو آخر تم کس طرح انہیں مسترد کررہے ہو؟ بات یہ ہے کہ یعقوب علی قرآن کے تراجم کو مسترد کرے گا تبھی تو لوگ اُس کی اختراعی باتوں کو قرآن سمجھیں گے۔اپنی اسی طرح کی قابلیت کی بنیاد پر آیت کے الفاظ "خـــروا" اور "ســجــدًا" پر عالمانہ اور محققانہ بحث فرمائی ہے ملاحظہ کیجئے لکھتے ہیں!

"قرآن مجید واحادیث صحیحہ میں جہاں کہیں بھی "خــر" کے ساتھ "ســجــد" کا فعل آیا ہے وہاں زمین پر پیشانی رکھ دینے کے علاوہ کوئی اور فعلی شکل ہر گز نہیں ہے" (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۲۰)

اس عظیم الشان دعوے نے موصوف کی علمیت کا بھانڈا پھوڑ ڈالا ہے، ان سے مودبانہ گذارش ہے کہ قرآن واحادیث میں صرف اور صرف ایک جگہ "خر" کے ساتھ "سجد" کا فعل دکھادیں۔قرآن واحادیث میں "خروا" کے ساتھ "سجدًا" یا "خر" کے ساتھ "ساجدًا" دیکھ کر موصوف نے یہ دعویٰ

کرڈالا۔جس کی حقیقت یہ ہے کہ محقق موصوف کو معلوم ہی نہیں کہ لفظ ''سجدًا'' نحوی ترکیب میں کیا ہے، حالانکہ عربی زبان میں معمولی سی بھی شد بدر کھنے والا جانتا ہے کہ ''سجدًا'' فعل نہیں ہے بلکہ فاعل کا حال ہے۔ساجدًا اسکا واحد اور اسکی جمع سجدًا اور ساجدین دونوں آتی ہیں۔ایک اہم بات یہ کہ سجدًا پر تنوین موجود ہے اور عربی کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ فعل پر تنوین نہیں آیا کرتی کیونکہ تنوین علامت اسم ہے۔ جو شخص عربی زبان کی بالکل ابتدائی معلومات فعل، فاعل، مفعول، فاعل اور مفعول کا حال اور حالت فعل سے واقف نہ ہو، ان میں تمیز اور فرق نہ کرسکتا ہو اس کے دعوؤں کا کیا عالم ہے! اسکی تقریروں اور تحریروں سے عیاں ہے اور اس کے اندھے مقلدین جو ہیں وہ تو اس کے جتنا بھی نہیں جانتے ان کا کام تو واہ واہ کرنا ہے اور وہ کر رہے ہیں اور اپنے پیشوا کی باتوں کی تبلیغ واشاعت میں دن کو رات اور رات کو دن کئے ہوئے ہیں۔اس شخص کی یہ فنکاری تو متعدد بار سامنے آچکی ہے کہ مسئلے کو پہلے اختراعی معنی پہناتا ہے یا پھر بات کو گھما کر اس نکتے پر لے جاتا ہے جہاں سے باآسانی اسے حدف بنا کر اس پر حملہ آور ہو سکے جیسا کہ اس نے اللہ کی مشیت کے معاملے میں کیا ہے کہ اللہ کی بیان کی ہوئی مشیت کو رد کرنے کیلئے مشرکین کی من گھڑت مشیت کو لے آتا ہے اور پھر اسکی آڑ میں اللہ کی بیان کی ہوئی مشیت پر حملہ کرکے اُسے رد کرتا ہے۔چنانچہ مسئلہ صرف اتنا تھا کہ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ گیارہ ستارے، چاند اور سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں، یہ خواب اس طرح سچا ثابت ہوا کہ گیارہ بھائیوں اور والدین نے انہیں سجدہ کیا، یہ سجدہ کس طرح کا تھا، اسکی کوئی وضاحت قرآن وحدیث میں نہیں کی گئی ہے اور اسکی ضرورت بھی نہ تھی اس کیلئے بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ جس طرح اللہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا یہ بھی اسی طرح کا معاملہ ہے۔اتنی سی بات تھی مگر عصر حاضر کے عظیم اسکالر نے اس میں نکتہ بازی کرکے بہت سی باتوں کو بیچ میں لاڈالا کہ یہ سجدہ پیشانی زمین پر رکھ کر کیا جانے والا سجدہ تھا اور یہ صرف اللہ کیلئے ہے وغیرہ وغیرہ۔اصل بات یہ ہے کہ اس معاملے میں یہ بحث سرے سے ہے ہی نہیں کہ یہ سجدہ کون سا تھا اور اسکی ہیئت کیا تھی۔قرآن نے اسے سجدہ بتایا لہٰذا یہ سجدہ ہے مگر چونکہ موصوف کو اس کا انکار کرنا مقصود تھا لہٰذا اسکی فعلی ہیئت پر بحث شروع کردی گئی جو کہ زیر بحث آیت میں سرے سے موجود ہی نہیں، اس غیر ضروری بحث کے جواب میں اسے بتادیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو جو سجدہ ہوا بس اسکو اس تناظر میں ہی سمجھا جائے، مگر اس کو کوئی صحیح بات مان لینا گوارا ہی نہیں، اسکی طرف سے کہا جانے لگا کہ فرشتے کیسے سجدہ کرتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں مگر یوسف علیہ السلام کو ہونے والا سجدہ پیشانی رکھ کر کیا جانے والا سجدہ تھا۔عجیب وغریب طرز فکر ہے جو جہالت اور ہٹ دھرمی کا شاخسانہ ہے۔فرشتوں کی عبادت اور سجدے کی تفصیلات تو احادیث میں بیان ہوئی ہیں اور احادیث میں وضاحت سے آنے والی باتیں اس ''عالم'' کو معلوم نہیں اور ان کے متعلق کہتا ہے کہ ''فرشتے کیسے سجدہ کرتے ہیں ہمیں معلوم نہیں'' اور یوسف علیہ السلام کو کئے جانے والے سجدے کے متعلق احادیث میں کچھ بھی بیان نہیں ہوا اس کے باوجود اسکی فعلی ہیئت اسے معلوم ہوگئی ہے اور اسے پیشانی رکھ کر کیا جانے والا سجدہ قرار دے رہا ہے۔اپنی اس ''نادر معلومات'' کے ذریعہ یہ لوگوں کو مستفید فرما رہا ہے۔فیاللعجب! یوسف علیہ السلام کو ہونے والے سجدے کو آدم علیہ السلام کو ہونے والے سجدے کے تناظر میں سمجھا جاسکتا ہے اور سمجھا جانا چاہیئے۔یوسف علیہ السلام کو ہونے والے سجدے کا انکار کرنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ آدم علیہ السلام کو ہونے والے سجدے کا بھی انکار کردیا جائے کیونکہ دونوں میں انتہائی مماثلت پائی جاتی ہے بلکہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔دونوں واقعات میں مخلوق کا مخلوق کو سجدہ واقع ہوا ہے۔فرشتوں کے سجدے کی کیفیت نہ معلوم ہونے کا بہانہ بنا کر یا فرشتوں کے سجدے کو متشابہ قرار دیکر اس سے راہِ فرار نہیں اختیار کی جاسکتی۔کیفیت نہ معلوم ہونے کے عذر سے کیا فرق پڑتا ہے، سجدہ تو اپنی جگہ موجود رہتا ہے یہ بھی یعقوب علی کی نری جہالت ہے کہ وہ فرشتوں کی عبادت اور سجدے کی کیفیت کو نامعلوم قرار دیتا ہے حالانکہ احادیث میں اس حوالے سے کافی وشافی وضاحت موجود ہے۔فرشتوں کے سجدہ کرنے سے متعلق احادیث میں ''خــرو اسـجدًا'' کے الفاظ آئے ہیں، یہ وہی الفاظ ہیں جو یوسف علیہ السلام کو سجدے کیلئے آئے ہیں۔ملاحظہ ہو!

"....فاذا سمعت الملائکة خرواسجدافلم یرفعوارؤوسھم حتی یترل...." (صحیح السیرۃ النبویۃ جلد ا صفحہ ۱۵۲)

"یعنی فرشتے، جب اس آواز کو سنتے ہیں تو سجدے میں گر جاتے ہیں اور اس وقت تک سر نہیں اٹھاتے جب تک کہ"

(صحیح السیرۃ النبویۃ، مصنف ابن ابی شیبہ)

جب یوسف علیہ السلام کیلئے ان الفاظ سے پیشانی والا سجدہ مراد لیا گیا ہے تو انہی الفاظ سے فرشتوں کا سجدہ بھی پیشانی والا ثابت ہوا۔ یعقوب علی کے معیار اور طرز استدلال کے مطابق تو یہی معاملہ بنتا ہے۔ مگر چونکہ یعقوب علی کا معیار کوئی معیار نہیں ہے لہٰذا اس سلسلے میں حدیث ملاحظہ ہو!

"عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی ارنی مالا ترون واسمع مالاتسمعون اطت السماء وحق لما ان تاط فیھا موضع اربع اصابع الاوملک واضع جبھۃ للہ ساجدًا واللہ لوتعلمون مااعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا وما تلذذتم بالنساء علی العرش والخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللہ لودرت انی کنت شجرۃ تعضد"

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں وہ کچھ دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں جو تم لوگ نہ دیکھ سکتے ہو اور نہ سن سکتے ہو (وہ یہ کہ) آسمان چرچراتا ہے اور اسے چرچرانا بھی چاہیئے اس لئے کہ اس میں چار انگلیوں کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں کہ وہاں کوئی فرشتہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیشانی رکھ کر سجدہ ریز نہ ہو۔ اللہ کی قسم اگر تم لوگ وہ جاننے لگو جو میں جانتا ہوں تو ہنسنا کم اور رونا زیادہ کردو، عورتوں سے بستروں پر لذت حاصل کرنا چھوڑ دو اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کیلئے میدانوں کی طرف نکل جاؤ، ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے تمنا کی کاش میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ (ترمذی کتاب الزھد، ابن ماجہ کتاب الزھد)

فرشتوں کا پیشانی رکھ کر سجدہ کرنا ملاحظہ کیا، اب انکی صف بندی کا حال بھی ملاحظہ کرلیجئے!

"...قال ثم خرج علینا فرانا حلقاً فقال مالی اراکم عزین قال ثم خرج علینا فقال الاتصفون کما تصفّ الملئکۃ عندربھاقال یتمون الصّف الاول ویتراصون فی الصفّ"

ترجمہ: پھر آپ نکلے تو دیکھا کہ ہم نے علیحدہ علیحدہ حلقے بنا رکھے ہیں، آپؐ نے فرمایا یہ کیا بات ہے میں تم کو جدا جدا پاتا ہوں اس کے بعد آپؐ پھر تشریف لائے تو فرمایا تم اس طرح صفیں کیوں نہیں باندھتے جیسا کہ فرشتے اپنے پروردگار کے سامنے صفیں باندھتے ہیں، آپؐ نے فرمایا وہ پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں" (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ)

فرشتوں کی عبادت اور سجدوں کو متشابہ قرار دینے والوں کیلئے یہ تازیانہ ہے کیوں کہ جن کے طریقے کو اختیار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے، بھلا کیا وہ متشابہ ہوسکتا ہے؟ اب فرشتوں کے سجدے کی کیفیت معلوم ہوگئی تو فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا ہے اس کا کیا حکم ہے اور اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ اس سوال کا جواب محقق دوراں پر لازم ہے۔

خروا اور سجدًا کی بحث میں یعقوب علی کا سارا زور اس بات پر ہے کہ یہ الفاظ پیشانی رکھ کر کئے جانے والے سجدے کیلئے مخصوص ہیں حالانکہ ایسا ضروری نہیں اسکی متعدد وجوہات ہیں۔

ا۔ عربی زبان میں خَرَّ یَخِرُّ متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے، زیر بحث موضوع میں متعلقہ معنی بلندی سے پستی کی طرف گرنے کے ہیں "ھوی من علو الیٰ اسفل" (المنجد، لسان العرب وغیرہ)

لغات کی تقریباً ساری کتابوں میں یہ معنی آئے ہیں اس میں یہ بات قابل غور ہے کہ زمین پر گرنا اور بلندی سے پستی کی طرف گرنا دو الگ الگ باتیں ہیں، زمین پر گرنے کی بات میں تو یہ وضاحت ہوتی ہے کہ زمین پر گرا گیا ہے مگر اوپر سے نیچے کی طرف گرنے میں ضروری نہیں ہے کہ زمین پر گرا گیا ہو۔ سورۃ الحج کی آیت ہے!

ومن يشرك بالله فكانما خرمن السّماءِ فتخطفه الطير اوتهوى به الريح فى مكان سحيقO

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا اسکو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے" (سورۃ الحج آیت ۳۱)

اس آیت سے بھی واضح ہے کہ "خرّ" کے معنی زمین پر گرنے کے نہیں ہیں چنانچہ اس لفظ کو زمین پر گر کر سجدہ کرنے کے مفہوم میں صریح بتانا صحیح نہیں ہے۔ "خر" کا سارا دارومدار آگے آنے والے لفظ یا فاعل کے حال پر منحصر ہوتا ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ استعمال کے لحاظ سے "خر" کا لفظ زمین پر گرنے کیلئے بھی استعمال ہوا کرتا ہے۔

۲۔ سَاجداً ،سُجَّداً اور سَاجدِينَ فاعل کا حال ہیں، فاعل کے اس حال میں ہونے یا جانے کیلئے عربی محاورے میں "خرّ" فعل استعمال ہوتا ہے۔ عربی لغت کی کتاب "**المعجم المحيط الاعظم**" میں ہے!

خر: صارفى حال سجود یعنی سجدے کی حالت میں ہونا

سجدے کی حالت میں جانے کیلئے یا سجدے میں چلے جانے کیلئے یہی ایک لفظ "خرّ" استعمال نہیں ہوتا بلکہ "وقع" اور "هوى" کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ خر ساجدًا ،وَقَعَ سَاجِداً ،هَوىٰ سَاجِداً سب کے معنی سجدے میں گر جانا یا سجدے میں چلا جانا ہوتے ہیں۔ احادیث کی کتابوں کے ترجمہ کرنے والوں نے یہ سب معنی اختیار کئے ہیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذقال سمع الله لمن حمده لم يحن احد مناظهره حتى يقع النبى صلى الله عليه وسلم سجدًا ثم نقع سجوداً بعده" (بخاری کتاب الاذان باب متی یسجد ون خلف الامام)

اس حدیث میں ساجدًا کے ساتھ وقع کا لفظ آیا ہے اس کے معنی بھی گرنے کے ہوتے ہیں۔ احادیث میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ درج بالا حدیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ (سجدے کیلئے) نہ جھکاتا یہاں تک آپ سجدے میں گر پڑتے، پھر آپ کے بعد ہم لوگ سجدے میں جاتے" (مترجم وحید الزماں)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے تو ہم میں سے کوئی بھی اس وقت تک نہیں جھکتا تھا جب تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں نہ چلے جاتے، پھر ہم بھی سجدے میں جاتے تھے" (مترجم ظہور الباری اعظمی)

"كانوايصلون خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا رفع راسهُ من الركوع لم اراحدًا يعنى ظهره حتى يضع رسول الله صلى الله عليه وسلم جبهة على الارض ثم يخرمن وراء ه سجدًا" (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب متابعۃ الامام والعمل بعدہ)

ترجمہ: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے، پھر جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو میں کسی کو پیٹھ جھکاتے نہ دیکھتا، یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے، اس کے بعد سب لوگ آپ کے پیچھے سجدے میں جاتے" (مترجم عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)

"ثم یکبر حین یھوی ساجدًا" (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب اثبات التکبیر)

ترجمہ: پھر جس وقت سجدے کیلئے جھکتے تو تکبیر کہتے۔ (مترجم عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)

"ثم یقول: اللہ اکبر حین یھوی ساجدًا" (بخاری کتاب الاذان باب یھوی بالتکبیر حین)

ترجمہ: پھر جب سجدے کیلئے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ (مترجم وحید الزماں)

"فلما خر ساجدًا" (نسائی کتاب الطھارۃ باب خرث مایوکل لحمہ)

ترجمہ: جب آپ سجدے میں گئے۔ (مترجم فضل احمد صاحب)

یہ سارے ترجمے مشہور اور متداول ہیں، ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خَــرَّ ، وَقَــعَ ، ھَــوِیٰ وغیرہ جو احادیث میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں، سجدے کی حالت میں جھکنے، ہونے یا جانے کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس بات کو مزید سمجھنا ہے تو سجدہ کرنے کے طریقہ سے متعلق احادیث ملاحظہ کیجئے۔ احادیث کی تقریباً ساری کتابوں میں یہ حدیث آئی ہے کہ

"قال: اذا قمت الی الصّلاۃ فکبر ثم اقراء ماتیسر معک من القرآن، ثم ارکع حتی تطمئن راکعا، ثم ارفع حتی تعتدل قائما، ثم اسجد حتیٰ تطمئن ساجدًا، ثم ارفع حتی تطمئن جالسًا، ثم اسجد حتی تطمئن ساجدًا ثم افعل ذلک فی صلاتک کلھا"

ترجمہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ، پھر جو کچھ تجھ کو یاد قرآن میں سے اور آسانی کے ساتھ پڑھ سکے وہ پڑھ، پھر اطمینان سے ٹھہر کر رکوع کر، پھر سر اُٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر اطمینان سے ٹھہر کر سجدہ کر، پھر سجدے سے سر اُٹھا اور اطمینان سے بیٹھ پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے ٹھہر کر ادا کر پھر اسی طرح ساری نماز پڑھ"۔

(بخاری کتاب الاذان)

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتدالوا فی السجود..."

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ میں اعتدال رکھو" (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

ان احادیث کی روشنی میں صحابہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدوں میں گرنے کا مفہوم متعین کیا جانا چاہئے۔ یعقوب علی سجدے میں گرنے کا جو مفہوم اور تاثر دیتا رہا ہے کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق ہے؟ اس کا فیصلہ اوپر پیش کی گئی احادیث پڑھ کر باآسانی کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ خــروا اور ســجدًا کے متعلق یعقوب علی نے آج تک جو تحقیق فرمائی ہے اس میں سب سے اہم نکتہ جو موصوف کو سجھائی دیا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جہاں کہیں خــروا اور ســجدًا ساتھ آئے ہیں وہاں لازماً پیشانی والا سجدہ ہی ہے۔ اب درج ذیل حدیث میں یہی الفاظ آئے ہیں مگر اس میں سر ہے نہ پیشانی بلکہ زمین بھی نہیں ہے مگر ہے یہ "خر" ہی ملاحظہ ہو!

عن ابی ذر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوما اتدرون این تذھب ھذہ الشمس قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ان ھذہ تجری حتی تنتھی الیٰ مستقرھا تحت العرش فتخر ساجدۃ فلا تزال کذلک حتی یقال لھا ارتفعی ارجعی من حیث جئت فترجع فتصبح طالعۃ من مطلعھا ثم تجری حتی تنتھی الی مستقرھا تحت العرش فتخر ساجدۃ فلا

نزال کذلک حتی یقال لها ارتفعی ارجعی من حیث جئت فترجع فتصبح طالعة من مطلعها ثم تجری لایستنکر الناس منها شئیا حتی تنتهی الی مستقرها ذلک تحت العرش فیقال لها ارتفعی اصبحی طالعة من مغربک فتصبح طالعة من مغربها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتدرون متٰی ذاکم ذاک حین لاینفع نفسا ایمانها لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا۔

ترجمہ: ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول اس چیز سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے جا پہنچتا ہے، وہاں سجدہ میں گر پڑتا ہے اور پھر اسی حالت پر رہتا ہے یہاں تک کہ اسے حکم ہوتا ہے مرتفع ہو جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا۔ چنانچہ وہ لوٹ آتا ہے اور اپنے نکلنے کی جگہ سے نکلتا ہے اور پھر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے آتا ہے سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اسی حالت پر رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے اونچا ہو جا اور لوٹ جا جہاں سے آیا ہے چنانچہ وہ اپنے نکلنے کی جگہ سے نکلتا ہے اور اسی طرح چلتا رہتا ہے چنانچہ ایک بار اسی طرح چلے گا اور لوگوں کو اس کی چال میں کوئی فرق محسوس نہ ہوگا یہاں تک کہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے آئے گا اس وقت اس سے کہا جائے گا بلند ہو جا اور اپنے ڈوبنے کی جگہ سے نکل چنانچہ اس وقت وہ مغرب کی طرف طلوع کرے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو یہ کب ہوگا، یہ اس وقت ہوگا جب کسی کا ایمان لانا فائدہ نہ دیگا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا اور نہ حالت ایمان میں اس نے نیک کام کئے ہوں گے۔ (مسلم، کتاب الایمان)

مسلم کی اس حدیث میں سورج کے سجدہ کرنے کے لئے ''تخر ساجدة'' کے الفاظ آئے ہیں، اب سورج کا نہ سر ہے اور نہ پیشانی اور سورج کے سجدہ کرنے کی جگہ زمین بھی نہیں[1]۔ یہ وہی الفاظ ہیں جس سے یعقوب علی صرف اور صرف زمین پر گر کر پیشانی رکھ کر سجدہ کرنا مراد لیتا ہے۔ یہ حدیث اس کے جاہلانہ استدلال کی بے تمکینی واضح کر رہی ہے۔ اگر یہ الفاظ زمین پر پیشانی رکھنے کیلئے خاص ہوتے تو ان الفاظ کا استعمال وہاں پر نہیں ہوتا جہاں ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے لہٰذا یہ دعویٰ تو باطل ثابت ہوا کہ خرّ اور ساجدًا پیشانی رکھنے کیلئے ''خاص'' ہے۔ یہ احمقانہ دعویٰ عربی زبان وادب سے ناواقفیت کا بیّن ثبوت ہے، لاعلمی اور کم فہمی کے باوجود آئے دن نت نئے دعوے کرنا اور پھر ان خام دعوؤں کی بنیاد پر مشرک ہونے کے فتوے صادر کرنا موصوف کی خودی کی بے پایاں بلندی کا اظہار کر رہے ہیں۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو ہونے والے سجدے سے متعلق تحقیق فرما کر اسے سرے سے ہی رد کر دیا ہے، اب اس طرح کا سجدہ آدم علیہ السلام کیلئے بھی آیا ہے، اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا، سورۃ الحجر میں آتا ہے۔

''فاذا سوّیته ونفخت فیه من روحی فقعوا له سٰجدین''

ترجمہ: تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ (سورۃ الحجر آیت ۲۹)

اس آیت میں ''فقعوا'' کا لفظ آیا ہے ''وَقَعَ ،یَقَع'' کے معنی بھی گرنے کے ہوتے ہیں اور موصوف سجدے میں گر جانے کے الفاظ سے صرف اور صرف پیشانی رکھ کر کیا جانے والا سجدہ مراد لیتے ہیں۔ احادیث میں ساجدًا، سجدًا اور ساجدین کے ساتھ یہ لفظ بکثرت آیا ہے ''خر'' سے پیشانی والا سجدہ ثابت کرنے کیلئے موصوف نے جو حدیث پیش کی ہے وہی حدیث وہی واقعہ شفاعت ''وَقَعَ'' کے ساتھ بھی بیان ہوا ہے۔

---

[1] عربی زبان وادب میں شجر اور حجر کے سجدے کے لئے بھی ''خر'' اور ''ساجدًا'' کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جیسے عربی عبارت ہے ''لم یبق حجر ولاشجر الاخر ساجدًا''

"...فاذا رایت ربی وقعت ساجدًا فیه انی ماشآ اللہ ثم یقال ارفع راسک..." (بخاری تفسیر القرآن قول اللہ وعلم ادم اسمھا کلھا)

ترجمہ: "پھر میں اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑونگا اور جو کچھ اللہ چاہے گا وہ دُعا مانگو گا، پھر کہا جائیگا اپنا سر اوپر اُٹھاؤ"

یعقوب علی کے خودساختہ قاعدے اور اصول کے مطابق تو قرآن وحدیث صحیحہ میں جہاں کہیں "وَقَعَ" فعل کے ساتھ "ساجدًا" فاعل کا حال آیا ہے، وہاں پیشانی رکھ کر سجدہ کرنے کے علاوہ کوئی اور فعلی شکل ہرگز نہیں ہے لہٰذا "فقعوا لہ سٰجدین" پیشانی والا سجدہ ہے تو اب ملائکہ نے جو آدم کو سجدہ کیا، اس پر کیا فتویٰ ہے؟؟؟

۴۔ جبل اللہ ۷ میں یوسف علیہ السلام کے عنوان سے شائع ہونے والے مضمون میں "خروا لہ سجدًا" کا ترجمہ وہ سب بے اختیار سجدے میں جھک گئے، کیا گیا تھا، چونکہ یہ موصوف کے تازہ ترین مؤقف کے خلاف جاتا ہے چنانچہ انہوں نے اسے چیلنج کردیا، چیلنج کرتے ہوئے فرما چکے ہیں کہ کسی ایک لغت کی کتاب میں "خر یخر" کے معنی جھکنا دکھا دو تو وہ اپنی ڈگیں ڈال دیں گے۔ موصوف کے گرگوں نے اس چیلنج کو خوب اچھالا۔ اوپر کی سطور میں احادیث کے مشہور تراجم پیش کئے جاچکے ہیں اب اِن کی خدمت میں عربی اردو لغت کی کتاب "المعجم الاعظم" سے "خریخر" کے معنی جھکنا پیش کئے جارہے ہیں۔

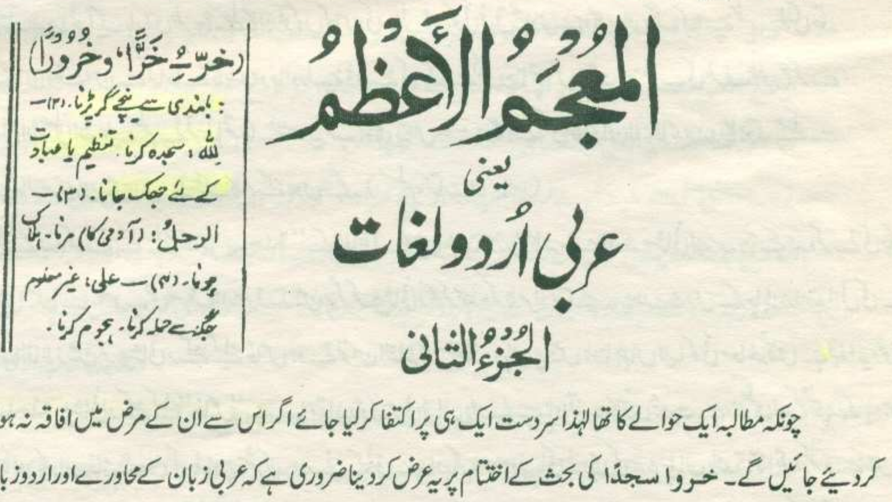
المُعجَمُ الأَعظَمُ
یعنی
عربی اُردو لغات
الجُزءُ الثانی

(خرّ ـِ ـُ خَرًّا، وخُرُورًا
: بلندی سے نیچے گر پڑنا۔ (۲)۔۔
للہ: سجدہ کرنا۔ تنظیم یا عبادت
کے لئے جھک جانا۔ (۳)۔۔
الرجلُ: (آدمی کا) مرنا۔ ہلاک
ہونا۔ (۴)۔۔ علی: غیر معلوم
جگہ سے حملہ کرنا۔ ہجوم کرنا۔

چونکہ مطالبہ ایک حوالے کا تھا لہٰذا سردست ایک ہی پر اکتفا کرلیا جائے اگر اس سے ان کے مرض میں افاقہ نہ ہوا تو مزید حوالاجات بطور دوا پیش کردیئے جائیں گے۔ خروا سجدًا کی بحث کے اختتام پر یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ عربی زبان کے محاورے اور اردو زبان کے محاوروں کی روشنی میں اس کے کئے گئے کہ یہ تمام تراجم درست ہیں، سجدے میں گر گئے، سجدے میں جھک گئے یا سجدے میں چلے گئے وغیرہ۔

۵۔ اوپر کی سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ خَرّ کے معنی اوپر سے نیچے کی طرف گرنے کے ہیں اِس گرنے میں زمین پر گرنا بھی شامل ہے۔ "خروا سجدًا" کے الفاظ سے زمین پر گر کر سجدہ کرنا بھی لیا جائے تو پھر بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ پیشانی رکھ کر کیا جانے والا سجدہ ہی ہو۔ قدیم تہذیبوں میں اور بعض تہذیبوں میں آج بھی اس طرح کا سجدہ پایا جاتا ہے۔ خود یعقوب علی نے اپنے اس "تحقیقی مقالہ" میں صفحہ ۷ پر ایک تصویر دی ہے جس میں نمرود کے سامنے کچھ عورتوں کو سجدے میں گرے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ چند عورتیں نمرود کے آگے اس طرح زمین پر سجدے میں گری ہوئی ہیں کہ ان کے ہاتھوں میں ان کی بچیاں ہیں جو وہ نمرود کو قربانی کیلئے پیش کررہی ہیں۔ انکی نہ پیشانی زمین پر ہے اور نہ چہرہ، یعقوب علی نے خود اس کے متعلق لکھا "کچھ عورتیں نمرود کے آگے سجدے میں گری ہوئی ہیں"۔
جب بغیر پیشانی رکھ کر یہ سجدہ زمین پر گر کر ہوسکتا ہے تو دوسروں کیلئے زمین پر گر کر سجدہ کرنے کے الفاظ سے پیشانی رکھ کر کیا جانے والا سجدہ کیوں ضروری ہے؟؟؟ احادیث میں جو سجدوں میں پیشانی رکھنے کا ذکر ہے اسکی وجہ آگے بیان ہوگی۔

خَرَّ ،سَاجداً اور پیشانی والاسجدہ:

محقق موصوف نے خَـرَّ سَـاجـدا ؔ کو پیشانی رکھ کر کیا جانے والا سجدہ ثابت کرنے کیلئے احادیث کا حوالہ دیا ہے، موصوف کی علمیت اور عقل کا معیار اگر یہی ہے تو خوب ہے، انکی پیش کی گئی احادیث میں اور اس طرح کی دیگر احادیث میں جو پیشانی رکھ کر سجدے کئے جا ؔنے کا ذکر ہے وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں خَرَّ اور ساجدًا کے الفاظ آئے ہیں بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ ان احادیث میں صاف طور پر اللہ کو سجدہ کرنے کا ذکر ہو رہا ہے اور اللہ کو سجدہ کرنے کا یہی طریقہ ہے، اسی کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی کو سکھایا گیا ہے۔

''عن ابن عباسؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة اشار بیده علی انفه والیدین والرکبتین واطراف القدمین ولانکفت الثیاب والشعر '' (بخاری کتاب الاذان)

ترجمہ: ''ابن عباسؓ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے، پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اس طرح کہ نہ کپڑا سمیٹیں نہ بال''

یعقوب علی کی پیش کردہ احادیث میں یہی سجدہ بیان ہوا ہے اور جب کبھی اور جہاں کہیں بھی اللہ کو سجدے کا ذکر ہوتا ہے تو پیشانی رکھ کر کیا جانے والا سجدہ کا ہی ذکر ہوا کرتا ہے، چاہے وہاں خَرّ یا دوسرے الفاظ نہ بھی آئے ہوں۔ احادیث میں سب سے زیادہ سجدہ کرنے کا ذکر سَجَدَ کے فعل سے ہوا ہے۔ جیسے ثم سَجَدَ یعنی پھر سجدہ کیا، فسَجَد پس سجدہ کیا وغیرہ۔ یہاں نہ خر، وقع اور هَوىَ کے الفاظ ہیں اور نا فاعل کا حال ہی بیان ہوا ہے بس مطلق سجدہ کرنے کا ذکر ہوا ہے، اب چونکہ یہ اللہ کو سجدہ ہے لہٰذا یہ پیشانی رکھ کر کیا جانے والا سجدہ ہی ہے۔

لَهُ کی ضمیر:

سورۂ یوسف کی آیت ۱۰۰ میں آنے والی ضمیر لَـهُ کو اللہ کی طرف راجع کرنے کیلئے محقق موصوف نے قرآن فہمی اور عربی زبان وادب کے جو جوہر دکھائے ہیں انہیں پڑھ کر ان کے جہل مرکب ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ موصوف نے قرآنی آیات کے الفاظ کو ایک کھیل بنالیا ہے، عبارت میں ضمیریں کس طرح راجع ہوتی ہیں اور موصوف نے جن آیات کے الفاظ کو اپنی جہالت کی بھینٹ چڑھایا ہے اس کی وضاحت اس مضمون کی دوسری قسط میں ملاحظہ کیجئے گا، انشاءاللہ۔ وہاں پر ان کے استدلال کی بے بضاعتی واضح کردی جائیگی، یہاں پر تو یہ بتانا ہے کہ زبان وادب اور قرآن فہمی کے معاملے میں موصوف کی خودی اس قدر بلندی پر ہے کہ اسکو نیچے کا کچھ نظر نہیں آتا۔ ان کے علم میں ہر گھڑی جو بے پایاں اضافہ ہو رہا ہے اسکی وجہ سے یہ ''لَـهُ'' کی ضمیر کسی ایک طرف ہو کے نہیں دے رہی ہے۔ اسکی کچھ روداد گذشتہ سطور میں آپ پڑھ آئے ہیں، یہاں تو یہ بتانا مقصود ہے کہ موصوف اس ضمیر کو اللہ کی طرف راجع ماننے کے باوجود یہ فیصلہ نہ کرسکے کہ آیت میں کس لفظ کی طرف اسکو لوٹایا جائے، اس مسئلہ پر ہونے والی میٹنگوں میں موصوف اسے سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۹۹ میں آنے والے الفاظ ''انشاء اللہ امنین '' کی طرف لوٹاتے رہے اور دوسروں کو بھی اسے مان لینے پر مجبور کرتے رہے مگر اب ان کے حبل اللہ کے مضمون میں یہ ضمیر وہاں سے کچھ آگے سفر طے کرنے کے بعد آیت نمبر ۱۰۰ کے الفاظ ''ربی '' کی طرف راجع ہوگئی ہے، موصوف لکھتے ہیں کہ

''اس لحاظ سے له کی ضمیر اس آیت میں آگے آنے والے اسم رَبّی کی طرف راجع ہونے میں کوئی اشکال نہیں'' (یعقوب علی کا حبل اللہ ۲۳)

یہ ضمیر یوسف علی السلام کی طرف راجع ہے یا اللہ کی طرف، یہ تو دوسرا مسئلہ ہے مگر اس کو اللہ کی طرف راجع ماننے میں انہیں کس قدر مشکلات کا سامنا ہے، یہ اس

سے واضح ہورہا ہے۔ کبھی آیت ۹۹ میں آنے والے اسم ''اللہ'' کی طرف اور کبھی آیت ۱۰۰ میں آنے والے اسم ''ربی'' کی طرف۔

احمد بن حنبل، ابن کثیر اور یعقوب علی:

گذشتہ سطور میں ہم نے مصوف کی خودی کی بلندی کا ذکر کیا تھا۔ اس قدر بلندی تک پہنچانے میں انکو ملنے والے اسکالر اور فائنل اتھارٹی کے القابات نے فیول (FUEL) کا کام کیا ہے۔ انکی بلندی پرواز کے بہت سے نمونے آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے گئے ہیں۔ بہت کچھ ریکارڈ پر موجود ہے، اب تحریر میں بھی یہ بات نمایاں ہوکر سامنے آ گئی ہے۔ بقول شخصے جو چیز ہوتی ہے وہ اپنا وجود خود ثابت کر دیتی ہے۔ موصوف چونکہ چشم خودآ گہی سے اپنے آپ کو علم وآ گہی کے بلند مقام پر فائز پاتے ہیں۔ یوسفؑ کو ہونے والے سجدوں کو صوفیوں کے سجدہ تعظیمی سے موازانہ کر کے اسے ابن کثیر کے کھاتے میں ڈال چکے ہیں۔ حالانکہ سجدۂ یوسفؑ، قرآن میں مذکور ہے، جسکا موازنہ سجدۂ آدم سے کیا جانا چاہیئے تھا۔ بہرصورت ابن کثیر کے کھاتے میں اسے ڈالنے کیلئے جو انداز اختیار کیا اور جس پیرائے کا انتخاب فرمایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

''ابنِ کثیر کا اس سلسلے میں وہی کام ہے جو عقیدۂ اعادہ روح کے عام ہونے میں احمد بن حنبل کا ہے۔ اعادہ روح کے عقیدہ بد کو امت میں رائج کرنے کے ذمہ دار احمد بن حنبل ہیں تو صوفیوں کے اس سجدہ تعظیمی کا جرم یعقوب علیہ السلام اور ان کے مومن بیٹوں پر تھوپنے کے ذمہ دار عماد الدین ابن کثیر ہیں'' (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۱۶)

اللہ اللہ کیا تحقیق ہے اور کیا بھرم ہے، ناواقفِ حال اس عبارت کو پڑھے گا تو یقیناً یہی تاثر لیگا کہ کوئی عالم بے مثل اپنے وسیع مطالعہ اور دقیق تحقیق کے زور پر امت کے مرض کی تشخیص کر رہا ہے مگر افسوس ایسا نہیں ہے۔ واقفان حال کا تاثر اس سے قطعاً مختلف ہے، ان کے نزدیک تو یہ ڈاکٹر عثمانیؒ کی نقالی کی بھونڈی کوشش ہے اور ''کوا چلا ہنس کی چال'' کے پوری طرح مصداق ہے۔ ایک طرف موجودہ دور کے عالم کی تحقیق عمیق ہے اور دوسری طرف ایک جاہل کندہ ناتراش کے جاہلانہ اور عامیانہ دعوے۔ بہرصورت معاملہ کچھ بھی ہو احمد بن حنبل سے ابن کثیر کا تقابل بھی خوب ہی ہے۔ احمد بن حنبل تو عقیدہ عود روح کا چیمپئن ہے اس سے متعلق کافی وشافی تحقیق ڈاکٹر صاحبؒ خود کر چکے ہیں مگر ابن کثیر سجدہ تعظیمی قرار دینے کا جرم کرنے والا نہ تو پہلا شخص ہے اور نہ آخری۔ تقریباً ہر دور کے مفسرین نے اس سجدے کو تواضع، تکریم، شرف، تعظیم، توقیر اور خلق وغیرہ کے نام دیئے ہیں۔ ابن کثیر کا دور ۷۰۰ تا ۷۷۴ ہجری ہے، اس سے پہلے کے بہت سے مفسرین میں سے چند ایک یہ ہیں۔ ابن جریر طبری (۲۲۴ تا ۳۱۰ھ)، بغوی (۴۳۶ تا ۵۱۰ھ)، ابوحیان الاندلسی (۶۵۴ تا ۷۴۵ھ)، سمرقندی (۳۷۵ھ)، بیضاوی (۶۹۱ھ)، زمخشری (۴۶۷ تا ۵۳۸ھ)، الماوردی (۳۶۴ تا ۴۵۰ھ)۔ جو بات ابن کثیر نے کہی ہے وہی سب باتیں ان دیگر مفسرین کی کتابوں میں مختلف الفاظ میں پائی جاتی ہیں اور یہ سب لوگ ابن کثیر سے پہلے کے ہیں۔ تو اب کس طرح ابن کثیر سجدۂ تعظیمی کا احمد بن حنبل قرار پاتا ہے؟

عربی زبان کے قواعد:

خودآ گہی اور جذبہ خودستائی سے مجبور ہوکر موصوف نے عربی زبان کے قواعد کے متعلق لکھا ہے۔

''زبان وادب کے قواعد جن کا حتمی اور قطعی ہونا خود ان کے بنانے والے نہیں مانتے پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے، قرآن کے دیئے ہوئے اٹل عقائد ان قواعد کی بنا پر نہیں بدلے جاسکتے ورنہ تو عقائد کا وہ فساد برپا ہوگا کہ جس کا سیل آب تمام اعمال کو خس وخاشاک کی طرح بہالے جائے گا۔۔۔ (یعقوب علی کا حبل صفحہ ۲۴)

کتنا بڑا المیہ ہے، عربی زبان اور اس کے قواعد کی شد بد نہ رکھنے والا ان قواعد کی دھجیاں اُڑا رہا ہے، اس سے بڑا تماشہ اور کیا ہوگا کہ جو شخص عربی زبان کے فعل، فاعل، مفعول اور فاعل ومفعول کے حال تک کو نہ جانتا ہو، مؤنث ومذکر کے فرق سے ناواقف ہو وہ عربی زبان کے قواعد پر کس شان سے تبصرہ نگاری کرتا ہے۔ اس کے اس طرح کے مجذوبانہ دعوے اس کے اندھے پیروکار ہی برداشت کر سکتے ہیں کیوں کہ ان کا اپنا حال اس سے چنداں مختلف نہیں ہے۔ ایک جاہل شخص کا عربی زبان کے قواعد پر اس انداز سے تبصرہ کرنا کہ انکی پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں بڑا ہی عجیب وغریب طرز عمل ہے، یہ تو دیکھ لیا گیا، اب اس ''عالم بے مثال'' کا دوسرا چہرا بھی ملاحظہ ہو!

''کیوں کہ عربی ادب کا یہ قاعدہ ہے اگر بات بالکل صاف ہوتی ہے اور۔۔۔'' (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۲۳)

اس عبارت میں عربی زبان وادب کا قاعدہ معتبر قرار پایا۔ ایک طرف ان قواعد کی حیثیت ''پرکاہ'' کی نہیں، دوسری طرف یہی قواعد عربی زبان وادب کا معتبر حصہ بن جاتے ہیں۔ بات صرف اتنی ہے قواعد انکی راہ میں آڑے آئیں تو انکی حیثیت پرکاہ کی نہیں ہوتی، ان سے عقائد کا فساد برپا ہوتا ہے اور جب کہیں کوئی قاعدہ ان کے اختراعی دعوے میں ممد ومعاون ہو تو وہ قاعدہ قابل اعتبار ٹھہرتا ہے۔ یہ الگ تماشا ہے کہ قواعد کو عقیدے کا فساد برپا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے حالانکہ عقائد کا فساد تو قواعد کی وجہ سے نہیں بلکہ لوگوں کی اپنی وجہ سے ہی پیدا ہوا کرتا ہے۔ اگر کوئی اپنے باطل اغراض کے حصول کیلئے قاعدے کا نام لیتا بھی ہے تو اس میں بے چارے قاعدے کیا قصور؟ یاد رکھیں کوئی قاعدہ ایسا نہیں جو حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیتا ہو۔

نادر تحقیق:

یوسف علیہ السلام کو سجدے کے حوالے سے جو تحقیق علامہ یعقوب علی نے فرمائی ہے اس میں تحقیقی نوادرات کی بھرمار ہے، جس میں سے کچھ گذشتہ سطور میں بیان کی جا چکی ہیں، انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس وقت سجدہ کرنے والے ۱۴، افراد تھے یعنی یوسف علیہ السلام کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔ یعقوب علی لکھتا ہے!

''یعنی سب کے سب بشمول یوسف علیہ السلام اللہ کے آگے سجدے میں گر گئے'' (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۸)

''یوسفؑ نے اپنے محترم والدین کو تخت پر بٹھایا اور اللہ کی طرف سے لائے گئے اس خوشی اور مسرت کے موقع پر اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوگئے، باقی بھائی بھی اپنے معزز والدین اور بلند اقبال بھائی کی پیروی میں اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوگئے'' (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۱۱۔۱۲)

یہ یعقوب علی کی نادر تحقیق کا ایک نمونہ ہے۔ قرآن کی آیات کے الفاظ، ان کے سیاق وسباق اور آیات میں موجود واضح قرائن سے یوسف علیہ السلام کا بھی سجدہ ثابت کرنا یعقوب علی پر قرض ہے۔ یعقوب علی نے اس ''تحقیقی مقالہ'' میں شروع سے آخر تک ''مستند ہے میرا فرمایا ہوا'' کا اصول اپنا رکھا ہے۔ اس اصول کی علمی اور تحقیقی دنیا میں کیا وقعت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہی ہے۔ اس مسئلے میں یعقوب علی نے ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کو'' لـہ'' کی ضمیر کے حوالے سے بڑے زور وشور سے پیش کیا اور اسے تنظیم کا مؤقف قرار دیتا رہا مگر اپنی اس نادر تحقیق میں وہ انکو بری طرح پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ نے سجدہ کرنے والے والدین اور بھائیوں کا ذکر کیا ہے اور اسے خواب والا نقشہ قرار دیا ہے۔ جس میں یوسف علیہ السلام تخت پر بیٹھے ہیں۔ لوگوں کو ڈاکٹر صاحب، ڈاکٹر صاحب کا حوالہ دیکر اپنا ہمنوا بناتا رہا مگر یہ کس قدر ڈاکٹر عثمانیؒ کی بات کا ماننے والا ہے وہ اس سے واضح ہو رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ڈاکٹر عثمانیؒ تو کیا اپنی ہی پیش کردہ عبداللہ بن عباسؓ کی بات کو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں ہے۔ اس نے عبداللہ بن عباسؓ کا جو قول پیش کیا ہے اور جسے دلیل اور حجت بنایا ہے اس میں بھی یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں کیا گیا

ہے۔ یعقوب علی نے "خــرود" کے سلسلے میں جن تفسیروں کا حوالہ دیا ہے ان میں بھی یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں کیا گیا۔ یعقوب علی ہی کی پیش کردہ تفسیروں ہی پر کیا موقوف، دوسری مشہور اور متداول تفسیروں میں بھی گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی اور سورج اور چاند سے والدین مراد لئے گئے ہیں۔

یعقوب علی کا اللہ پر بہتان:

یعقوب علی لکھتا ہے!

"اللہ پر یہ بہتان ہے کہ اس نے جو چیز شرک بتائی ہے، پہلے وہ شرک نہیں تھی" (یعقوب علی کا حبل اللہ صفحہ ۱۷)

موصوف کی اس "دقیق تحقیق" سے معلوم ہوا کہ جو چیز اللہ نے شرک بتائی ہے وہ پہلے بھی شرک ہی تھی۔ اس عبارت میں موصوف اپنے تئیں بڑے دور کی کوڑی لائے ہیں۔ موصوف کو چاہیئے اپنی اس بات کی روشنی میں صرف یوسف علیہ السلام کو ہونے والے سجدے کو نہ دیکھیں بلکہ آدم علیہ السلام کو ہونے والے سجدے کو بھی اس تناظر میں دیکھیں۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ اللہ پر بہتان قرار پائے گا۔ آدم علیہ السلام کو ہونے والا سجدہ شرک ہے یا پھر اللہ پر بہتان؟ فیصلہ تیرا تیرے ہاتھ۔

بوالعجبی تو یہ ہے کہ اللہ پر یہ بہتان لگانے والا واحد شخص خود یعقوب علی ہی ہے۔ آدم علیہ السلام کو ہونے والے سجدے کے متعلق کہتا ہے!

"شریعت کے بعد جو ہے اب امکان نہیں ہے کہ غیر اللہ کی پکار، غیر اللہ کی نذر و نیاز، غیر اللہ کو سجدہ کسی درجے میں بھی جائز ہو"۔

ڈاکٹر عثمانیؒ ، له کی ضمیر اور یعقوب علی:

ایک طویل مدت تک حبل اللہ کے موقف پر قائم رہنے کے بعد جب یعقوب علی اُس میں پیش کردہ موقف سے منحرف ہوا تو اُس نے اپنے انحراف کو درست ثابت کرنے کیلئے ڈاکٹر عثمانیؒ کے سوال و جواب کا ایک کیسٹ پیش کیا جس میں ڈاکٹر صاحب نے "وخروا له سجدًا" کی وضاحت کرتے ہوئے "له" کی ضمیر کو اللہ کی طرف بتایا ہے۔ اس سلسلے میں عجیب بات یہ ہے کہ ایک مدت تک ڈاکٹر عثمانیؒ کی معیت میں رہنے کے باوجود یعقوب علی کو پتہ نہ چل سکا کہ ڈاکٹر صاحب کا موقف کیا تھا، ان کی وفات کے بعد بھی سالہا سال تک اُسے تو کیا کسی کو بھی پتہ نہ چل سکا پھر اچانک یعقوب علی نے اپنے کھیسہ سے اس کیسٹ کو برآمد کیا اور اسے تنظیم کا موقف قرار دینا شروع کر دیا۔ ہمارے خیال میں تو یہ کیسٹ ڈاکٹر عثمانیؒ کے شروع کے ادوار کا ہے کیوں کہ ہم نے بھی اُن کے ساتھ اتنا عرصہ تو گزارا ہی ہے جتنا کہ یعقوب علی نے۔ ڈاکٹر عثمانیؒ کو یہ موقف پیش کرتے ہوئے کبھی نہیں سنا گیا۔ خود یعقوب علی حبل اللہ نمبر ۱۷ کے مطابق اپنا موقف بیان کرتا رہا، بہر کیف معاملہ کچھ بھی ہو اصل بات یہ ہے ڈاکٹر صاحبؒ کی بات کو ایک تفسیر تو قرار دیا جاسکتا ہے کیوں کہ اس میں "لــه" کی ضمیر کے علاوہ باقی عبارت قرآن کے سیاق و سباق اور قرآ ئن کے مطابق ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "یوسف تخت پر بیٹھے ہیں پیچھے والدین نے سجدہ کیا اور گیارہ بھائی آ گئے، انہوں نے وہاں سجدہ کیا اور وہی نقشہ بن گیا جو خواب میں دیکھا تھا"۔

ڈاکٹر صاحبؒ کی تفسیر میں "له" کی ضمیر کے علاوہ کوئی بات ایسی نہیں جس سے اختلاف کرنا ضروری ہو، مگر یعقوب علی نے اس میں سے صرف "له" کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کو لے لیا ہے، باقی سب کچھ جھٹلا دیا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ اُس کا پورا مضمون ہی ڈاکٹر عثمانیؒ کی تکذیب پر مشتمل ہے جو چاہے یعقوب علی کے مضمون کا ڈاکٹر عثمانی صاحبؒ کی بات سے موازنہ کر کے تجزیہ کر سکتا ہے۔ یعقوب علی کے دورخے ہونے کے ثبوت کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے مگر اس کے دجل کو کھولنے کیلئے ہم اُس کو ایک آئینہ دکھا رہے ہیں، شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات۔

جب تنظیم میں سحر کا مسئلہ اُٹھا تو منکرین سحر نے سورۃ بقرۃ آیت ۱۰۲ کی معتزلہ والی تفسیر کرنا شروع کر دی۔ آیت ہے "وماانزل علـى الملكين

ببابل ھاروت وماروت..... '' اس کا مطلب یہ ہے اور جو بابل میں دوفرشتوں ہاروت، ماروت پر نازل کی گئی تھی، مگر منکرین سحر نے ''وماانزل علی الملکین '' پر بے تحاشہ اعتراضات وارد کئے جوانکی تحریروں میں بھرے پڑے ہیں اوران کا سب سے زیادہ زوراس بات پر رہا کہ ''وماانزل علی الملکین '' میں ''ما'' موصولہ نہیں بلکہ نافیہ ہے۔اس وقت تنظیم کی طرف سے اس کے جوابات شائع کئے گئے اور ''ما'' کوموصولہ ثابت کیا گیا۔یعقوب علی نے بھی پورا زور ''ما'' کوموصولہ ثابت کرنے پر لگایا اس کی بہت سی تحریریں واتقواللہ کے شماروں اور حبل اللہ نمبر۱۴ میں شائع ہوئیں وہ اس پر گواہ ہیں۔ملاحظہ ہو!

''جبکہ آیت ''وما انزل علی الملکین..... ''تو صاف بتا رہی ہے کہ جو نازل کیا گیا دوفرشتوں ہاروت اور ماروت پر بابل میں''

(یعقوب علی کا مضمون ماجئتم بہ السحر ، واتقواللہ حصہ سوم، صفحہ ۲۸)

''قرآن کی آیت وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت ..... کوتوڑمروڑ کر گمراہ کن تاویل کی کوشش میں ''ما'' موصولہ کو نافیہ بنانے کے لئے نام نہاد تفسیری موشگافیاں کی ہیں، ہم نے حبل اللہ نمبر۱۴ اور واتقواللہ سوم میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ پورے دلائل سے ''ما'' کوموصولہ ثابت کیا ہے اوران کی گمراہ کن تاویل کی رکاکت اور بطلان کو پوری طرح واضح کردیا''۔

(یعقوب علی کا مضمون فانی تسحرون ،واتقواللہ حصہ چہارم، صفحہ ۲۷)

یعقوب علی کی ان عبارات کے جواب میں منکرین سحر نے ڈاکٹر عثمانیؒ کا ایک خط شائع کیا جس میں ڈاکٹر صاحبؒ نے ''ما'' کو نافیہ قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو!

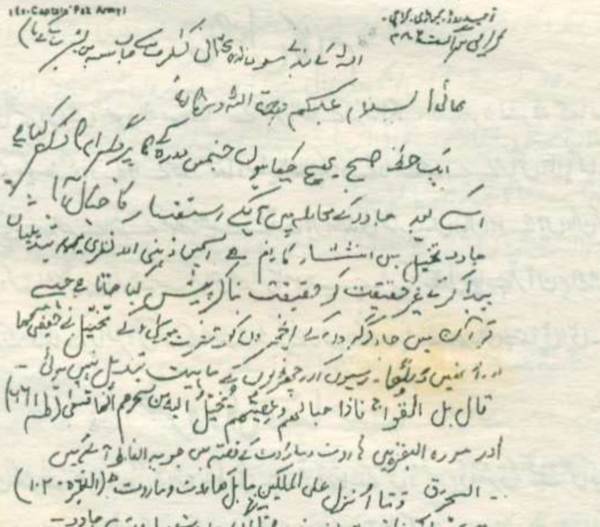

یہ ''ما'' نافیہ والا موقف یعقوب علی کے پیش کردہ موقف کے مطابق نہیں تھا، چنانچہ یعقوب علی نے ڈاکٹر عثمانیؒ کی ''ما'' نافیہ والی بات کو جس ''خوبصورتی'' سے مسترد کیا وہ ملاحظہ ہو!

مولوی موصوف نے آیت کا جو مطلب بیان کیا ہے وہ آیت
کے ربط اور سیاق و سباق سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ اس سے تو آیت کا انکار لازم آتا ہے۔
ڈاکٹر عثمانیؒ سے خط میں اس جگہ بھول ہو گئی ہے کیونکہ انھوں نے "ما" کو نافیہ تو لکھدیا۔ لیکن
آگے چل کر تشریح قرآن کے عین مطابق کی ہے جو بالکل صحیح اور حق ہے'

(یعقوب علی کا مضمون، فانی تسحرون، واتقوا اللہ حصہ چہارم، صفحہ ۷۲، ۷۳)

قارئین! ڈاکٹر صاحبؒ کی اب دو باتیں آپکے سامنے ہیں، ایک میں "ما" کو نافیہ قرار دیکر صحیح اور درست تشریح کی گئی ہے اور دوسری میں "لہ" کی ضمیر اللہ کی طرف بتا کر صحیح اور درست تشریح کی گئی ہے۔ پہلی عبارت میں بقول یعقوب علی "ما" کو نافیہ قرار دینا ڈاکٹر عثمانیؒ کی بھول ہے کیونکہ آگے کی تشریح قرآن کے سیاق وسباق کے مطابق ہے۔ بالکل اسی طرح "لہ" کی ضمیر اللہ کی طرف بتانا ڈاکٹر عثمانیؒ کی بھول ہے کیونکہ آیت کی تشریح آیت کے سیاق وسباق اور آیت میں بیان کئے گئے خواب کے عین مطابق ہے۔ ایک کو غلطی یا بھول قرار دینا درست ہے اور دوسری کو بھول قرار دینا گناہ عظیم چہ خوب۔ یعقوب علی نے "لہ" کی ضمیر اللہ کی طرف راجع قرار دیکر آیت کی تشریح میں تحریف وتبدیل کے ریکارڈ قائم کرڈالے جب اسکو اس حرکت پر پکڑا گیا تو عیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحبؒ کی اس عبارت کو بیچ میں لے آیا ہے کہ ڈاکٹر صاحبؒ نے "لہ" کی ضمیر اللہ کی طرف بتائی ہے، اُن پر بھی تحریف کا فتویٰ لگاؤ حالانکہ تحریف "لہ" کی ضمیر راجع ہونے پر نہیں بلکہ قرآن کی آیات کی گمراہ کن من مانی تشریح کرنے پر ہے جو یعقوب علی کرتا چلا آیا ہے جبکہ ڈاکٹر صاحبؒ کی تشریح اور تفسیر قرآن کی آیت کے سیاق وسباق کے عین مطابق ہے اس میں تحریف کا کوئی معاملہ ہے ہی نہیں۔

حاصل کلام

ابنِ جریر طبری اور دیگر مفسرین کی تفسیروں میں "خروا له سجدًا" کے متعلق لکھا ہے کہ "ذالک السجود لشرفه کما سجدت الملائکة لآدم لشرفه لیس بسجود عبادة" یعنی اس عبارت میں یوسفؑ کو ہونے والے سجدے کو آدم علیہ السلام کو ہونے والے سجدے کے مماثل بتلایا گیا ہے اور دنوں کو "شرف" سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا تعلق عبادت سے نہیں۔ درحقیقت یہ سجدے اللہ کے حکم اور مشیت کے تحت ہیں، اللہ کی کتاب میں بیان ہوئے ہیں، اُن کو ماننا اللہ کی کتاب کو ماننا ہے۔ اس کا انکار کرنا، اس میں مین میخ نکالنا، اعتراض وارد کرنا، اشکال پیدا کرنا یہ سب گمراہی اور کفر کا موجب ہے۔ اب جسکا دل چاہے قرآن پر ایمان رکھے، اللہ کے فرمان کو حق جانے اور جس کا دل چاہے ابلیس لعین کی طرح اللہ کے معاملات پر اعتراض کر کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے راندۂ درگاہ ہو جائے، بہرحال پسند اپنی اپنی۔

ضروری وضاحت

☆ درجہ بالا مضمون میں گمراہ کن اور من گھڑت "مرادوں" کی تردید کی گئی ہے۔ قرآن کے معنی ومفہوم کی تشریح کیلئے بھی یہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہماری بحث اُن سے نہیں، قرآن کی آیات اور الفاظ کے مفہوم کو بیان کرنے کیلئے لفظ مراد کا استعمال کرنا اور مرزا غلام احمد قادیانی کا خاتم النبین سے "مراد" لینا یہ دونوں برابر نہیں، عبارت پڑھتے وقت اِس فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔

☆ مضمون میں یعقوب علی کے ایمان والوں کو کافر ومشرک قرار دینے کے جن فتووں کا ذکر کیا گیا ہے اُس سے اہل ایمان کا تو کچھ نہیں بگڑتا بلکہ اُس کا اپنا ایمان برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ اور اِس کا اپنا نامہ اعمال جو کہ پہلے ہی سیاہ تھا مزید سیاہ ہو گیا ہے۔ ویسے ایسے جاہل مفتی کے فتوے کی اوقات وحیثیت ہی کیا ہے۔